CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بیسک ریڈر

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

مطبوعات محکمۂ تعلیم اُتر پردیش

بیسک اُردو ریڈر

پانچواں حصّہ

ترمیم شدہ ایڈیشن ۱۹۷۵ء

درجہ پنجم کے لئے

مُرتّبہ

ڈائرکٹر شکشا تعلیم اتر پردیش

گورنمنٹ سے مقرر شدہ پرنٹر و پبلشر

قیمت 1.25

گورنمنٹ سے مقرر شدہ پرنٹر و پبلشر
ہندوستان پرنٹنگ پریس
گولہ گنج۔ لکھنؤ

1911 شک
1988 عیسوی

یہ کتاب بھارت سرکار سے ملے رعایتی قیمت کے کاغذ پر چھپی
یہ کتاب اُتر پردیش سرکار سے سبسیڈائزڈ ہے

پیش لفظ

(سابق ایڈیشن)

بیسک ریڈروں کی ترتیب اب سے تقریباً دو برس پہلے ۱۹۵۴ء میں ہوئی تھی۔ اس مدت میں ہمارا کاروانِ ترقی کچھ اور آگے ہی بڑھا ہے اس لئے یہ ضروری معلوم ہوا کہ موجودہ زمانے کے تقاضوں کے مطابق ان ریڈروں پر نظرثانی کر لی جائے۔ مجھے خوشی ہے کہ یہ کام ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی لکچرار لکھنؤ یونیورسٹی اور جناب علی جواد زیدی اسسٹنٹ ڈائرکٹر اطلاعات حکومت اُترپردیش کی نگرانی میں انجام پایا ہے ان ریڈروں میں جو تبدیلیاں کی گئی ہیں اُن سے ان کی افادیت میں یقینی طور پر اضافہ ہوا ہے اور مجھے امید ہے کہ یہ ریڈریں اپنی موجودہ شکل میں طلباء اور اساتذہ دونوں ہی میں مقبول ہونگی میں ان دونوں اصحاب کا ان ریڈروں پر نظرثانی کرنے کیلئے بہت شکرگزار ہوں۔

اس ترمیم شدہ ایڈیشن کی طباعت کے سلسلہ میں جناب بھولاناتھ مشرا اور شری رام دت پنت افسران محکمہ نے جو محنت اور کوششیں کی ہیں اُن کے لئے میں ان کا بھی ممنون ہوں۔

چندر موہن ناتھ چک
ڈائرکٹر تعلیمات اُترپردیش

۱۹۵۶ء

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

پیش لفظ

اردو زبان کی جو کتابیں بیسک اسکولوں میں اب تک رائج تھیں ان میں اصلاح کی ہی نہیں بلکہ اُنھیں از سرِ نو ترتیب دینے کی ضرورت عرصے سے محسوس کی جا رہی تھی' گذشتہ سال حکومت کی ہدایت کے مطابق درجہ ۱، ۲ اور ۳ کے لئے اردو زبان کی کتابوں کے ترتیب کا کام انجام دیا گیا۔ اسی سلسلہ میں اس سال درجہ ۴ اور ۵ کے لئے جدید کتابیں تیار کی گئیں۔ امید ہے کہ یہ کتابیں پچھلی کتابوں کے مقابلہ میں بچّوں کو اردو زبان سکھانے میں زیادہ مفید ثابت ہوں گی اور طلبا اور اساتذہ دونوں میں مقبول ہوں گی۔

اس کام کی تکمیل میں مدد اور رہنمائی کے لئے میں اردو اکادمی اُتّر پردیش لکھنؤ کا خاص طور سے ممنون ہوں۔

لکھنؤ
جون ۱۹۷۵ء

ڈاکٹر شیام نراین مہروترا
شکشا ندیشک
(اُتّر پردیش)

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون		صفحہ
۱	ہمالہ	(نظم)	۶
۲	گنگا		۸
۳	بی بی فاطمہ رضؓ		۱۱
۴	ایماندار لڑکا	(نظم)	۱۳
۵	چڑیاں		۱۴
۶	مہاتما گاندھی		۱۷
۷	ادب	(نظم)	۲۱
۸	راکھی	(ڈرامہ)	۲۲
۹	امرت سر کا گرودوارہ		۲۵
۱۰	برسات کی بہاریں	(نظم)	۲۸
۱۱	لال بہادر شاستری		۳۰
۱۲	چاند کی دُنیا		۳۵
۱۳	عزم جواں	(نظم)	۳۸

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

نمبر شمار	مضمون		صفحہ
۱۴	اشوک		۴۰
۱۵	کولمبس		۴۲
۱۶	ہمدردی	(نظم)	۴۷
۱۷	تاج محل		۴۸
۱۸	میسور کے سلطان		۵۱
۱۹	نوجوانوں کا گیت	(نظم)	۵۵
۲۰	آزادی کی کہانی		۵۶
۲۱	لکھنؤ		۶۱
۲۲	بہار کی صبح	(نظم)	۶۵
۲۳	پہاڑی چشمہ	(نظم)	۶۶
۲۴	اُتر پردیش		۶۷
۲۵	راشٹریہ گیت	(نظم)	۷۴

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سبق ۱ - ہمالہ

ہیبت - خِلعت - پوشاک - گود بھری ہونا

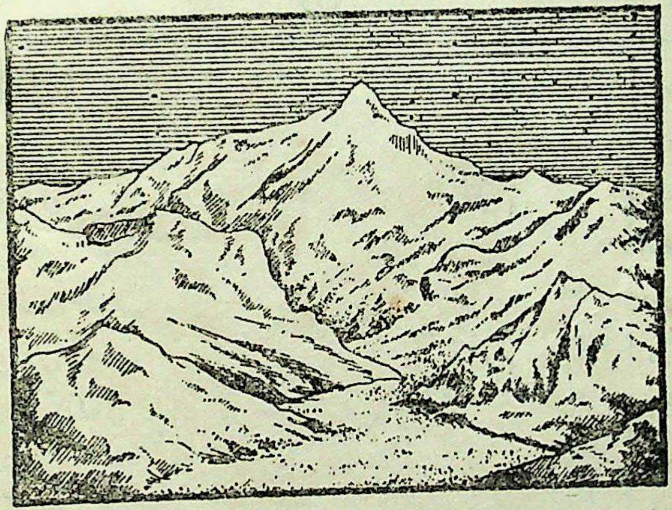

کتنا بڑا ہے کوہ ہمالہ شان نرالی روپ نرالا
دیو ہو جیسے کالا کالا رکھشا دیش کی کرنے والا
ہند کے سر کا تاج ہمالہ

جگ میں سب سے اونچا پربت دیکھ کے دل پہ چھائے ہیبت
پہنے ہوئے ہریالی خِلعت کرتا ہے بھارت کی خدمت
ہند کے سر کا تاج ہمالہ

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اس سے لاکھوں ندیاں نکلیں اُچھلیں، کودیں، نیچے اُتریں
ہر پھر کر میدان میں آئیں کھیتوں میں ہریالی لائیں
ہند کے سر کا تاج ہمالہ

جسم پہ یہ پوشاک ہری ہے لپٹی ہوئی یا سبز پری ہے
پگڑی سر پہ سفید دھری ہے ہیروں سے اس کی گود بھری ہے
ہند کے سر کا تاج ہمالہ

(حامد اللہ افسر میرٹھی)

سوالات

۱۔ شاعر نے ہمالیہ کو ہند کے سر کا تاج کیوں کہا ہے؟
۲۔ ہمالیہ کے سر پر سفید پگڑی سے تم کیا سمجھتے ہو؟
۳۔ ہمالیہ بھارت کی کیا خدمت کرتا ہے؟

ہدایات

۱۔ اس نظم کو زبانی یاد کرو۔
۲۔ ہندوستان کے نقشے میں ہمالیہ پہاڑ اور اس کے آس پاس کے ملکوں کو دیکھو اس کی اونچی اونچی چوٹیوں کی اونچائی معلوم کرو اور ان سے نکلنے والی ندیوں کے نام اپنے استاد سے دریافت کرو۔

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سبق ۲ - گنگا

ایجاد - تہذیب - زرخیز - وادی - خلیج - احسان مند

ہندوستان کی تمام ندیوں میں گنگا کو ایک خاص درجہ حاصل ہے۔ وہ ہمالیہ پہاڑ میں گنگوتری سے نکلی ہے شروع میں یہ برف کی ندی کی شکل میں اونچی اونچی چوٹیوں اور چٹانوں کے بیچ سے دبتی دباتی آگے بڑھتی ہے اور دیو پریاگ جا پہنچتی ہے یہاں سے اس کا ملاپ ایک دوسری ندی الک نندا سے ہوتا ہے۔ گنگا یہاں سے آگے بڑھ کر مشہور تیرتھ استھان بدری ناتھ پہنچ جاتی ہے جہاں ہر سال ہندوستان کے ہر کونے سے یاتری آتے ہیں۔ گنگا کے "پہاڑی سفر" کا آخری مقام رشی کیش ہے۔

رشی کیش سے گنگا کا میدانی سفر شروع ہوتا ہے۔ رشی کیش کے بعد ہردوار آتا ہے جس کو گنگا دوار بھی کہتے ہیں۔ یہاں بھی ہر سال ملک کے کونے کونے سے ہزاروں یاتری آتے ہیں۔ ہر بارہ سال بعد یہاں کمبھ کا میلہ لگتا ہے۔

ہردوار سے گنگا کی رفتار میں تیزی کم ہو جاتی ہے اور کشتیاں ندی پر ادھر اُدھر آتی جاتی دکھائی پڑتی ہیں پرانے زمانے میں نہ تو سڑکیں تھیں اور نہ ریل اور نہ موٹر کی ایجاد ہوئی تھی۔ اُس زمانے میں سامان لانے اور لے جانے کیلئے زیادہ تر دریا ہی کا راستہ اختیار کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ گنگا کے کنارے بھی بڑے بڑے شہر آباد ہو گئے ہیں۔

ہردوار میں گنگا کا پاٹ بہت چوڑا ہو جاتا ہے یہاں سے سہارن پور، مظفر نگر،

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

میرٹھ دکئی ضلعوں سے گزرتی ہے کان پور ہوتی ہوئی یہ ندی پریاگ (الہ آباد) پہنچتی ہے جہاں جمنا ندی اس سے ملتی ہے کہا جاتا ہے کہ ایک اور ندی سرسوتی بھی یہیں گنگا سے ملتی ہے لیکن وہ نظر نہیں آتی۔ جس جگہ یہ تینوں ندیاں ملتی ہیں اُسے سنگم کہتے ہیں۔ سنگم کو پرانے زمانے سے بڑی اہمیت حاصل ہے۔ سنگم کے پاس ہی ہر سال "ماگھ میلا" اور ہر بارھویں سال "کمبھ میلا" لگتا ہے ان موقعوں پر ہندوستان کے ہر حصے سے لاکھوں آدمی یہاں اَسنان کرنے آتے ہیں اسی لئے الہ آباد کو ہمیشہ سے "تیرتھ راج" یا تیرتھوں کا راجا کہا جاتا رہا ہے۔

الہ آباد کے بعد یہ ندی آہستہ آہستہ بہتی ہوئی بنارس جاتی ہے۔ یہاں کے گھاٹ بہت مشہور ہیں۔ ندی کے کنارے کنارے سیکڑوں مندر نظر آتے ہیں اُن کے کلس صبح کی روشنی میں جگمگاتے ہیں۔ بنارس کی صبح اپنی خوبصورتی کے لئے بہت مشہور ہے۔ بہت زمانے سے ہندو، مسلمان، بدھ، جین سبھوں کی عبادت گاہیں یہاں موجود ہیں۔ یہ شہر ہماری ملی جلی تہذیب کا سنگم ہے بنارس کو اب وارانسی کہا جاتا ہے اس کا پرانا نام کاشی بھی ہے۔

گنگا کے کنارے آباد ہونے کی وجہ سے بنارس پرانے زمانے سے بڑا تجارتی شہر ہے۔

بنارس سے آگے بڑھ کر گنگا ندی بہار میں قدم رکھتی ہے۔ گھاگرا اور کوسی ندیاں بھی یہیں آکر اس سے مل جاتی ہیں گنڈک بھی یہیں اس میں شامل ہوتی ہے۔

یہ تمام ندیاں اپنے ساتھ مٹی اور بالو لاتی ہیں جس کی وجہ سے گنگا یہاں کچھ اتھلی ہو جاتی ہے اور معمولی بارش سے بھی اس میں سیلاب آجاتا ہے لیکن دریاؤں کی لائی ہوئی مٹی کی وجہ سے یہاں کی زمین بہت زرخیز ہو گئی ہے اور دھان، تلہن، گنے اور تمباکو کی پیداوار بہت اچھی ہوتی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بہار میں گنگا مونگیر کو اپنے کنارے پر چھوڑ کر بھاگل پور جا نکلتی ہے۔ یہ مقام ریشمی کپڑوں کے لئے بہت مشہور ہے۔ اس کے آگے جمال پور ہے جہاں ریلوے کا بڑا کارخانہ ہے۔ اس پوری وادی میں پٹنہ تاریخی شہر ہے۔ پہلے اس کا نام پاٹلی پُتر تھا۔ بہار کے بعد گنگا ندی بنگال ہوتے ہوئے بنگال کی خلیج میں جا گرتی ہے۔

بھارتیوں کی ایک بہت بڑی تعداد گنگا کو بہت مقدس مانتی ہے۔ ان کی زندگی میں دریاؤں کی بڑی اہمیت رہی ہے زرخیز زمینیں دریاؤں کے کنارے ہی ہوتی ہیں کھیتی باڑی اور کارخانوں کے لئے باندھوں اور بجلی کی پیداوار کے لئے پانی کے خزانوں کا دارومدار دریاؤں پر ہی ہوتا ہے۔ اس لئے آج بھی ہم ان دریاؤں کے ویسے ہی احسان مند ہیں جیسے ہزاروں سال پہلے ہمارے بزرگ تھے۔

سوالات

۱۔ گنگا کس جگہ سے نکلتی ہے؟

۲۔ گنگا کا میدانی سفر کہاں سے شروع ہوتا ہے؟

۳۔ بڑے شہر زیادہ تر دریاؤں کے کنارے کیوں آباد ہیں؟

۴۔ بہار میں بار بار سیلاب کیوں آتے ہیں؟

۵۔ گنگا ندی ہم کو کیوں پیاری ہے؟

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سبق - ۳ بی بی فاطمہؓ

خاتون - پیغمبر - خدمت گزار - مہیّا - ایثار - قربانی - احترام

بی بی فاطمہ بڑی نیک خاتون تھیں - وہ اسلام کے پیغمبر حضرت محمد صاحب کی صاحب زادی تھیں اور وہ انھیں بہت چاہتے تھے - بی بی فاطمہ کی شادی حضرت علیؓ سے ہوئی تھی، جن کے دو بیٹے امام حسنؓ اور امام حسینؓ ہوئے -

بی بی فاطمہ بڑی خدمت گزار اور محنتی تھیں اپنے شوہر اور بچوں کی خدمت کے علاوہ گھر کے تمام کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں کھانا پکاتیں، برتن صاف کرتیں جھاڑو دیتیں غلّہ صاف کرتیں اور اپنے ہاتھوں سے ہی چکی میں آٹا پیستیں اس سے ان کے ہاتھوں میں گھٹّے پڑ گئے تھے -

اُن کی زندگی بڑی تکلیف سے بسر ہوتی تھی لیکن انھوں نے دولت کی کبھی خواہش نہیں کی - گھر میں کھانا نہ ہوتا تو وہ فاقہ کر لیتیں لیکن کسی کو بھنک نہ پڑنے پاتی کہ آج رسول کی بیٹی کے گھر میں فاقہ ہے - خود بی بی فاطمہ کی یہ حالت تھی لیکن جب بھی موقع ملتا وہ غریبوں کی مدد کرتیں - کئی بار ایسا ہوا کہ وہ اور ان کے بچے فاقہ کر رہے ہیں، کسی طرح کھانے کا کچھ سامان مہیّا ہوا بی بی فاطمہ نے کھانا پکا کر تیار کیا لیکن اسی وقت کسی غریب یا مسافر نے گھر پر آ کر کھانے کا سوال کر دیا - بی بی فاطمہ نے اپنا اور اپنے بچوں کا کھانا اس غریب کے حوالے کر دیا اور اپنے بچوں کے ساتھ فاقہ ہی کرتی رہیں،

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

حضرت محمد صاحب اپنی بیٹی کا بہت خیال کرتے تھے جب کبھی بیٹی باپ سے ملنے آتی، حضور اٹھ کر کھڑے ہو جاتے اور اپنی چادر بچھا کر بی بی فاطمہ کو بٹھاتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بی بی فاطمہ کا مرتبہ کتنا بلند تھا۔ اور حضرت محمد صاحب کو ان سے کتنی محبت تھی۔

بی بی فاطمہ سے ملنے کے لئے عرب کی عورتیں آتی رہتی تھیں بی بی فاطمہ انھیں امانداری، خدمت گزاری اور محبت بھرے برتاؤ کی تعلیم دیتی رہتی تھیں۔ اتنے بڑے باپ کی بیٹی ہونے کے باوجود ان کے ایثار اور قربانی نے لوگوں کے دلوں کو موہ لیا تھا اور سب ان کی عزّت اور احترام کرتے تھے عورتیں اپنی مصیبت اور پریشانی کے وقت ان سے مدد مانگنے اور صلاح لینے کے لئے آتی تھیں بی بی فاطمہ انھیں کبھی مایوس نہ کرتی تھیں

بی بی فاطمہ کو حضرت محمد صاحب اپنے جگر کا ٹکڑا کہتے تھے۔ بی بی فاطمہ نے بھی اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ ہر طرح سے اس کی مستحق تھیں۔

بی بی فاطمہ کی زندگی سے عورتوں اور لڑکیوں کو نصیحت ملتی ہے کہ انھیں صبر و سکون کے ساتھ اپنے گھر والوں اور اپنے پڑوسیوں سبھی کی خدمت کرنا چاہئے اور غریبی یا فاقے میں بھی کوئی شکایت نہ کرنا چاہیئے۔

سوالات

بی بی فاطمہ کی زندگی کیسے بسر ہوتی تھی؟

بی بی فاطمہ عرب کی عورتوں کو کیا تعلیم دیتی تھیں؟

بی بی فاطمہ کی زندگی سے ہمیں کیا نصیحت ملتی ہے؟

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سبق ۔ ۴ ایماندار لڑکا

آزمائش ۔ باحیا ۔ ہم سایہ ۔ مصروف

ایک لڑکا ہے بڑا ایماندار — آزمائش ہو چکی ہے بار بار
ایک دن وہ نیک دل اور باحیا — اپنے ہم سایہ کے گھر میں تھا گیا
آدمی بالکل نہیں واں نام کو — کیونکہ ہم سایہ گیا تھا کام کو
تازہ تازہ بیر ڈلیا میں بھرے — بے حفاظت گھر کے اندر تھے دھرے
لیکن اس نے بیروں کو چھیڑا نہیں — ہو نہ جائے شبہہ چوری کا کہیں
آگیا اتنے میں ہم سایہ وہاں — کھیل میں مصروف تھا لڑکا جہاں
اپنے بیروں میں نہ پائی کچھ کمی — ہو کے خوش لڑکے سے بولا آدمی
"بیر یہ تم نے چرائے کیوں نہیں" — "کیوں چراتا؟ چور تھا کیا میں کہیں"
"چور جب بنتے کہ کوئی دیکھتا" — "دیکھنے کو میں ہی خود موجود تھا"
کچھ برائی آپ میں گر پاؤں میں — پانی پانی شرم سے ہو جاؤں میں

واہ وا شاباش لڑکے واہ وا
تو جواں مردوں سے بازی لے گیا

(اسماعیل میرٹھی)

سوالات

۱۔ لڑکے کی ایمانداری کی آزمائش کیسے ہوئی؟

۲۔ "شرم سے پانی پانی ہونا" کا مطلب بتاؤ؟

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سبق ۔ ۵ چڑیاں

تفریح ۔ مانوس ۔ لطف ۔ قدر ۔ سیّاح ۔ پالنا ۔ بے بال و پر

چڑیوں اور انسانوں کا ساتھ بہت پرانا ہے وہ ان کے گانے سنتا، اُن کو اپنی اور اپنے بچوں کی تفریح کے لئے پالتا اور اکثر ان کو مانوس کر کے اپنے گھر کا ایک جزو بنا لیتا ہے۔ ہندوستان میں طوطوں کے پالنے کا عام رواج ہے۔ شاید ہی کوئی گھر ایسا ہو جہاں مٹھو میاں اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے بچوں اور بوڑھوں کا دل بہلاتے نہ رہتے ہوں۔

مینائیں بھی پالی جاتی ہیں۔ یہ بھی خوب باتیں کرتی ہیں اور بچوں اور بوڑھوں میں کافی ہل مل جاتی ہیں۔ کبوتر تو روز مرّہ کی چیز ہے ان کی چال اور اڑان میں جو شان ہے اس سے اکثر لوگ لطف اٹھاتے ہیں۔ بعض چڑیوں کے پر بڑے خوب صورت اور نرم ہوتے ہیں۔ ان کو لوگ ٹوپیوں میں لگاتے، تکیوں میں بھرتے اور ان سے پنکھے اور مور چھل بناتے ہیں۔

اگر چڑیوں کے اتنے ہی فائدے ہوتے تب بھی وہ بڑے کام اور قدر کی چیز تھیں۔ لیکن چڑیاں ہم کو اس سے زیادہ فائدہ پہنچاتی ہیں۔ کیڑے کوڑے ان کی خاص غذا ہیں اگر یہ ان کو کھاتی نہ رہیں تو یہ کیڑے اتنے بڑھ جائیں کہ انسان کا جینا دوبھر ہو جائے۔

چڑیاں دوسرے جانداروں کے مقابلے میں بڑی تیزی سے حرکت کرتی ہیں۔ بعض چڑیاں تو اس طرح پھدکتی، پہلو بدلتی اور اُڑتی ہیں۔ جیسے ان کے جسم میں بجلی کی لہر

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

دوڑ رہی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا خون بہت گرم ہے ۔ اپنی تیز رفتار کی وجہ سے وہ برابر چُگتی اور کھاتی رہتی ہیں۔ وہ دن بھر میں اپنے وزن سے کہیں زیادہ کھا لیتی ہیں ۔

چڑیوں میں بعض قسمیں ایسی بھی ہیں جو اپنے دو وطن رکھتی ہیں ۔ وہ ایک موسم میں ایک ملک میں رہتی ہیں ۔ اور دوسرے موسم میں دوسرے ملک چلی جاتی ہیں۔ ہندستان کی بہت سی چڑیاں گرمی کے موسم میں پہاڑوں پر چلی جاتی ہیں اور جب موسم بدلتا اور سردی بڑھتی ہے تو پھر میدانوں میں اُتر آتی ہیں ۔ ان چڑیوں میں بعض بڑی زبردست سیّاح ہوتی ہیں ۔ یہ گرمی کا موسم گزارنے کے لئے چین اور جاپان تک اُڑتی چلی جاتی ہیں چڑیوں کی آنکھ کی روشنی بہت تیز ہوتی ہے نیل کنٹھ بہت دور بیٹھا ہوتا ہے لیکن سیدھا نیچے اُتر کر گھاس میں چھپے ہوئے کیڑے کو پکڑ لیتا ہے ۔ بہت سے ننھے ننھے کیڑے جو ابھی سوراخ سے باہر نہیں آتے ہیں، صرف ان کے منہ پوچھا تک رہے ہیں، نیل کنٹھ کی نگاہ سے نہیں بچتے وہ دس پندرہ گز کی دوری سے جھپٹ کر اُن کو اُچک لیتا ہے چیل بڑی تیز نگاہ رکھتی ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ میلوں سے اپنے شکار کو دیکھ کر یکایک نیچے جھپٹتی اور شکار کو دبوچ لیتی ہے ۔

چڑیاں اپنے گھونسلے بھی بڑے نرالے ڈھنگ سے بناتی ہیں ۔ بعض چڑیاں اُتھلے اور سپاٹ گھونسلے بناتی ہیں اور بعض کے گھونسلے پیالہ نما ، اندر سے نرم اور آرام دہ ہوتے ہیں ۔ جن چڑیوں کے بچے انڈے سے نکلتے ہی چلنے لگتے ہیں اور ان کی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں وہ سپاٹ اور اتھلے گھونسلے بناتی ہیں ۔ جن چڑیوں کے بچے انڈے سے نکلتے وقت بے بال و پر ہوتے ہیں اور ان کی آنکھیں بھی بند ہوتی ہیں وہ گہرا نرم اور آرام دہ گھونسلے بناتی ہیں تاکہ ان کے بچے لڑھک کر نیچے نہ گر جائیں ۔ بیا گھونسلا بنانے میں بڑی محنت کرتا ہے ۔ وہ اپنے بچوں کے جھولنے کے لئے جھولا بھی بناتا ہے ۔ ہندوستان کا بلبل بھی اپنے بچوں کے لیے پیالہ نما ، اور اندر سے نرم گھونسلا بناتا ہے ۔

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بعض چڑیاں گھونسلا نہیں بناتیں۔ کچھ سمندر کے کنارے چٹانوں کے بیچوں پر انڈے دے آتی ہیں۔ پچھ ہٹر کوئل خود کوئی گھونسلا نہیں بناتی وہ بڑی ہوشیاری سے کوّے کے گھونسلے میں اپنے انڈے رکھ آتی ہے۔ کوّا جو بڑا سیانا سمجھا جاتا ہے اس معاملے میں بے وقوف بن جاتا ہے، اور کوئل کے بچّوں کو پال پوس کر بڑا کرتا ہے۔

چڑیاں بھی انسان کی طرح اپنی پسند اور ناپسند رکھتی ہیں۔ کچھ انسانوں کے ساتھ وہ رہنا پسند کرتی ہیں اور کچھ انسانوں کے سائے سے بھی دُور بھاگتی ہیں گوریاں آدمیوں کے ساتھ ایک ہی چھت کے نیچے روشن دانوں اور دیواروں کی کارنس پہ رہتی ہیں فاختائیں بھی آدمی کے قریب ہی پودوں محرابوں اور پردوں پہ چار تنکے رکھ کر انڈے دیتی اور بچّے نکالتی ہیں۔

سوالات

۱۔ چڑیوں سے انسان کو کیا فائدے ہیں؟

۲۔ چڑیاں کیوں تیزی سے پھُدکتی اور اُڑتی ہیں؟

۳۔ چڑیوں کی آنکھ کی روشنی کیسی ہوتی ہے؟

۴۔ چڑیاں گھونسلا کیسا بناتی ہیں؟

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سبق-۶ مہاتما گاندھی

علاقہ - ہستی - مُعزز - تحریک - ستیہ گرہ - جنگِ عظیم - سوراج
قتلِ عام - تعاوُن - ہدایت - شہید - اِستقبال - باعزّت
پرارتھنا سبھا - حادثہ - رنج و غم - سمادھی

کاٹھیاواڑ ہندستان کے دکھن پچھم کا ایک علاقہ ہے اس میں پوربندر نامی مقام پر ایک ایسی ہستی نے جنم لیا جس نے ہندستان کی تاریخ بدل دی اس کا نام موہن داس کرم چند گاندھی تھا۔ یہی ہستی آگے چل کر مہاتما گاندھی کے نام سے مشہور ہوئی۔

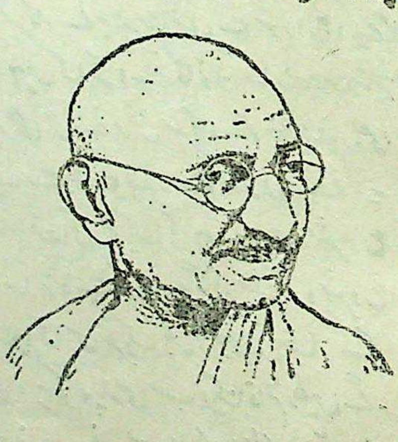

گاندھی جی ۲، اکتوبر ۱۸۶۹ء کو ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اُنیس سال کی عمر میں وہ قانون پڑھنے لندن گئے اور ۱۸۹۱ء میں بیرسٹر ہو کر لوٹے۔ اُس زمانے میں جنوبی افریقہ میں بسنے والے ہندستانیوں کی بُری حالت تھی۔ اُن کی بستیاں تنگ الگ اور خراب علاقوں میں تھیں۔ وہ ریل کے ڈبوں سے نکال دیے جاتے تھے انھیں ووٹ

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

دینے کا بھی حق نہ تھا۔ غرض ان کے ساتھ ہر قسم کی بے انصافی کی جاتی تھی۔

گاندھی جی کو وہاں کے ایک ہندستانی نے ایک مقدمہ کے سلسلے میں جنوبی افریقہ بلایا۔ گاندھی جی وہاں پہنچے تو ہندستانیوں کے ساتھ ان زیادتیوں کا انھیں بھی تجربہ ہوا۔ اُنھوں نے اپنے ہم وطنوں کی پوری مدد کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ جنوبی افریقہ میں رہنے لگے اور ہندستانیوں کے ساتھ جو بے انصافیاں ہو رہی تھیں اُن کے خلاف زبردست تحریک شروع کی اور اس کا نام اُنھوں نے "ستیہ گرہ" رکھا۔ آخر کار جنوبی افریقہ کی سرکار کو مجبور ہو کر جھکنا پڑا اور اس کا رویہ ہندستانیوں کے ساتھ بہت کچھ سُدھر گیا۔

۱۹۱۴ء میں پہلی جنگِ عظیم چھڑ گئی۔ گاندھی جی نے برٹش سرکار کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا اور ہندستان واپس آ کر انھوں نے فوجی بھرتی میں حصہ لیا اور انگلستان بھی گئے۔ لڑائی جاری تھی کہ وہ ہندوستان لوٹ آئے۔ جنوبی افریقہ میں اپنے کاموں کی وجہ سے گاندھی جی کی بڑی عزت کی جانے لگی تھی۔ وہ ہندستان لوٹے تو کانگریس کے بڑے لیڈروں میں گنے جانے لگے۔

پہلی جنگِ عظیم کے زمانے میں برٹش سرکار نے ہندستانیوں سے سوراج دینے کا جو وعدہ کیا تھا وہ لڑائی ختم ہونے کے بعد پورا نہیں کیا بلکہ ایسے قانون بنائے جو ہندستانیوں کی رہی سہی آزادی کو کچلتے تھے۔ اس پر گاندھی جی نے برٹش سرکار کے خلاف بھی ستیہ گرہ کرنے کی ٹھانی وہ اب ملک کے سب سے بڑے لیڈر تھے اُنھوں نے یہ ستیہ گرہ جلیان والا باغ کے قتلِ عام اور خلافت کی تحریک کی ہمدردی میں شروع کی۔ سارا ملک اس ستیہ گرہ میں گاندھی جی کا ساتھ دینے کو تیار ہو گیا۔ ستیہ گرہ شروع ہونے سے پہلے گاندھی جی نے ہندستانیوں کو بتایا کہ اس تحریک میں انھیں اہنسا کے اصول پر پورے طور پر چلنا ہوگا۔ ہندو، مسلمان، سکھ، پارسی سب ایکتا قائم رکھیں گے۔ برٹش سرکار سے کسی قسم کا تعاون نہ کیا جائے گا انھوں نے بدیسی مال کا بائی کاٹ کرنے

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کے لئے بھی کہا اور ہدایت کی کہ سب لوگ ہاتھ کا بُنا ہوا کپڑا پہنیں اور چھوت چھات ختم کریں ۔ گاندھی جی کی ان باتوں کا ملک پر بڑا اثر ہوا سارا ملک جاگ اُٹھا ہندستانیوں کے دل سے انگریزوں کا ڈر نکل گیا اس تحریک میں تیس ہزار سے زیادہ ہندستانی جیلوں میں گئے ۔ اور سیکڑوں نے اپنی جانوں کی قربانی دی ۔

گاندھی جی نے ۱۹۳۰ء میں مکمل سُوراج حاصل کرنے کے لئے نمک ستیہ گرہ شروع کی ۔ اس تحریک میں لگ بھگ ایک لاکھ ہندستانی جیل گئے ۔ بہت سے شہروں میں لوگ گولیاں کھا کر شہید ہوئے ۔ آخر میں انگریز حکومت کو گاندھی جی سے سمجھوتہ کرنا پڑا برٹش سرکار نے ہندستانیوں کی مانگوں پر غور کرنے کے لئے لندن میں ایک کانفرنس بلائی جو گول میز کانفرنس کے نام سے مشہور ہے گاندھی جی نے اس کانفرنس میں بھی ہندستان کی آزادی کی مانگ کی مگر یہ مانگ پوری نہ ہوئی اور گاندھی جی نے ہندستان لوٹ کر آزادی کی تحریک شروع کر دی ۔

اس کے بعد گاندھی جی نے ملک سے چھوت چھات ختم کرنے اور جن لوگوں کو اچھوت کہا جاتا تھا انھیں سماج میں ایک باعزت مقام دینے کے لئے ایک نئی تحریک شروع کی اُنھوں نے اچھوتوں کو "ہریجن" کہنا شروع کیا ۔ اُنھیں برابری کا درجہ دلانے کے لئے سارے ملک کا دورہ کیا ۔ ہریجنوں کے لئے چندہ کیا اور ہریجنوں کو ان کا حق دلانے میں بہت بڑی حد تک کامیابی حاصل کی ۔

۱۹۳۹ء میں دوسری جنگِ عظیم چھڑ گئی ۔ اس بار گاندھی جی نے یہ طے کیا کہ وہ برٹش سرکار کا ساتھ نہ دیں گے ۔

اُنھوں نے "انگریزو ہندوستان چھوڑو" کا نعرہ بلند کیا ۔ اس پر وہ اور کانگریس کے دوسرے لیڈر جیلوں میں بند کر دیئے گئے ۔ سارے ملک میں انگریزی حکومت کے خلاف پھر زبردست تحریک شروع ہو گئی ۔ یہ ۱۹۴۲ء کی تحریک کے نام سے مشہور ہے ۔

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

آخر میں برٹش سرکار کو گاندھی جی کی مانگ ماننی پڑی ۔ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندستان آزاد ہوگیا ۔ ملک میں ہندستانیوں کی حکومت قائم ہوگئی ۔ گاندھی جی نے آزادی کا جو خواب دیکھا تھا وہ پورا ہوگیا ۔

گاندھی جی کی تعلیم تھی کہ ہندو مسلمان سب مل جُل کر رہیں ، ایک دوسرے کا بول بالا ہو ، سچائی سے کام لیا جائے لیکن ملک کے کچھ لوگوں کو گاندھی جی کی یہ باتیں پسند نہ تھیں ۔ ایک شام جب وہ اپنی پرارتھنا سبھا میں جا رہے تھے کہ ایک ظالم نے گولی مار کر ان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا ۔ یہ زبردست حادثہ دہلی میں ۳۰ ، جنوری ۱۹۴۸ء کو پیش آیا ۔ سارا ملک رنج اور غم میں ڈوب گیا اور دنیا بھر میں ان کا سوگ منایا گیا دہلی میں جمنا کے کنارے راج گھاٹ پر جہاں گاندھی جی کی آخری رسم ادا کی گئی ان کی سمادھی بنا دی گئی ۔ امیر غریب غیر ملکی سب اس سمادھی پر عقیدت کے پھول چڑھاتے ہیں ۔ گاندھی جی نے ہندستان کی تاریخ بدل دی ۔ انھوں نے سچائی اور اہنسا کے اصول پر چل کر ملک کو غلامی کی زنجیروں سے چھڑایا ۔ اسی لئے ہم سب انھیں "باپو" یا "راشٹریہ پتا" کہتے ہیں ۔

سوالات

۱ ۔ گاندھی جی نے جنوبی افریقہ میں ہندستانیوں کی مدد کیسے کی ؟

۲ ۔ گاندھی جی کی تعلیم کیا تھی ؟

۳ ۔ گاندھی جی کو باپو کیوں کہتے ہیں ؟

سبق ۷ - ادب

ہردل عزیز - صاحبِ مال وزر - پراگندگی

ادب جسم ہے اور ادب جان ہے
ادب دین ہے اور ایمان ہے
ادب سے ہے انساں کو آتی تمیز
ادب ہی سے انساں ہے ہر دل عزیز
ادب ہی سے انسان ہے نام ور
ادب ہی سے ہے صاحبِ مال و زر
ہمیشہ ہے بچوں کو پیارا ادب
اُمیدوں کا اُن کی سہارا ادب
رہے دل میں تازہ ادب کا خیال
پراگندگی دل سے دو سب نکال
ادب سیکھنا تم کو ہے لازمی
ادب سیکھ کر تم بنو آدمی
ادب کے لئے خوب کوشش کرو
اسی میں جیو اور اسی میں مرو
ادب پر رہو تم سدا کاربند
کسی کا کمل قول ہے دل پسند

ادب ہی سے انسان انسان ہے
ادب جو نہ سیکھے وہ حیوان ہے

(کمل سیتاپوری)

سوالات

۱- ادب سیکھنا کیوں ضروری ہے؟

۲- جو ادب نہ سیکھے اُسے حیوان کیوں کہا گیا ہے؟

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سبق ۸۔ راکھی

جہاں پناہ ۔ شہنشاہ

(پردہ اُٹھتا ہے)

(ہمایوں بادشاہ لڑائی کے میدان میں ہے۔ سپہ سالار اور کچھ فوجی افسر اس کے پاس کھڑے ہیں۔)

سپہ سالار: جہاں پناہ! دشمن کی فوج کو ہم نے گھیر لیا ہے مجھے امید ہے کہ کچھ ہی دیر میں ہماری فتح ہو جائے گی۔

(ایک سپاہی آتا ہے اور سلام کرتا ہے)

سپاہی: جہاں پناہ! مہارانی چتوڑ نے آپ کے پاس اپنا ایک سپاہی بھیجا ہے وہ اسی وقت خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔

ہمایوں: حاضر کیا جائے۔

(چتوڑ کا سپاہی اندر آتا ہے اور سلام کرتا ہے)

سپاہی: حضور! چتوڑ کی مہارانی کرم وتی نے آپ کے لئے راکھی بھیجی ہے۔

ہمایوں: (کچھ دیر سپاہی کی طرف دیکھتا ہے) لاؤ ہماری بہن کی راکھی ہمارے ہاتھ پر باندھو۔

(سپاہی ہمایوں کے ہاتھ پر راکھی باندھتا ہے)

ہمایوں: چتوڑ کا کیا حال ہے؟ رانی کرم وتی کیسی ہیں؟

سپاہی: جہاں پناہ! مہارانی کرم وتی خطرے میں ہیں۔ گجرات کے بادشاہ بہادر شاہ نے چتوڑ کو گھیر لیا ہے۔ مہارانی مصیبت میں اپنے بھائی سے مدد چاہتی ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

(ہمایوں سپہ سالار کی طرف دیکھتا ہے)

سپہ سالار: جہاں پناہ ہم فتح کے قریب ہیں۔ اگر اس وقت یہاں سے ہٹ گئے تو پھر بہت مشکل ہوگی۔

ہمایوں: تم اس راکھی کا مطلب سمجھتے ہو۔ اب تو رانی کرم وتی ہماری بہن ہیں۔ کیا ہم اپنی بہن کا جلتا ہوا گھر دیکھ سکتے ہیں؟ نہیں۔ کسی بھی قیمت پر نہیں۔ ہم آندھی بن کر چتوڑ پہنچیں گے اور طوفان بن کر بہادر شاہ پر چھا جائیں گے اسی وقت فوج کو کوچ کا حکم دو۔

(۲)

(چتوڑ کی رانی کرم وتی اپنے محل میں بے چینی سے ٹہل رہی ہیں ایک لونڈی چپ چاپ کھڑی ہے۔ ایک سپاہی آتا ہے۔)

سپاہی: (سلام کرکے) مہارانی کی جے ہو شہنشاہ ہمایوں نے ایک سپاہی بھیجا ہے

مہارانی: فوراً حاضر کرو۔ (سپاہی داخل ہوتا ہے)

سپاہی: (سلام کرکے) مہارانی کی جے ہو شہنشاہ ہمایوں نہایت تیزی سے آرہے ہیں۔ اور آج شام تک ضرور چتوڑ پہنچ جائیں گے۔ (چتوڑ کا ایک دوسرا زخمی سپاہی آتا ہے)

سپاہی: (سلام کرکے) مہارانی ہم ہار رہے ہیں۔ بہادر شاہ کی فوج قلعے میں داخل ہونے کی کوشش کر رہی ہے۔

مہارانی: کچھ دیر میں شہنشاہ ہمایوں کی مدد ضرور پہنچ جائے گی ہمیں پورا یقین ہے کہ اُس وقت تک ہمارے سپاہی دشمن کی فوج کو قلعے میں داخل نہ ہونے دیں گے۔

لونڈی: مہارانی! مدد وقت پر نہ پہنچی تو کیا ہوگا؟

مہارانی: (جوش میں آکر) اگر ہم ہار گئے تو غلام بن کر کبھی نہ رہیں گے۔ ہمارے مرد جنگ میں بہادری دکھاتے ہوئے کٹ رہے ہیں۔ ہم بھی آگ میں کود کر جل جائیں گے۔

(ایک اور سپاہی داخل ہوتا ہے۔ سلام کرتا ہے)

سپاہی: مہارانی کی جے ہو۔ شہنشاہ ہمایوں اپنی فوج لے کر پہنچ گئے ہیں اور بہادر شاہ کی

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

فوج سے جنگ شروع ہو گئی ہے۔

مہارانی: جاؤ اور ہمیں جنگ کی خبر بھیجتے رہو۔

(۳)

(کچھ دیر بعد ایک سپاہی آتا ہے)

سپاہی: (سلام کر کے) مہارانی کی جے ہو۔ بہادر شاہ کی فوج ہار گئی ہے۔ بہادر شاہ نے جنگ کا میدان چھوڑ دیا ہے۔ شہنشاہ ہمایوں قلعے میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور آپ سے ملنے آ رہے ہیں

(ہمایوں آتا ہے)

مہارانی: ایک بہن اپنے بھائی کی خدمت میں آداب بجا لاتی ہے۔

ہمایوں: اللہ کا شکر ہے کہ ایک بھائی نے وقت پر بہن کی مدد کی۔ بہادر شاہ بھاگ نکلا ہے دشمن کی طاقت ختم کرنے کا یہی وقت ہے

مہارانی: کیا آپ اسی وقت بہادر شاہ کا پیچھا کریں گے؟

ہمایوں: ہاں تاکہ تم کو کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔ چتوڑ کا قلعہ اب تمہارا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ تم ہمیشہ خوش رہو۔

(پردہ گرتا ہے)

سوالات

۱۔ راکھی کسے کہتے ہیں؟

۲۔ رانی کرم وتی نے ہمایوں کو راکھی کیوں بھیجی؟

۳۔ ہمایوں نے رانی کرم وتی کی کس طرح مدد کی؟

ہدایت

یہ ڈراما درجے میں کھیلو

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سبق ۹۔ امرت سر کا گرودوارہ

سرووَر ۔ سنگ بنیاد ۔ عبادت گاہ ۔ زیارت ۔ یگانگت
یک جہتی

امرتسر کے سونے کے گرودوارے کا ذکر تم نے سُنا ہوگا ۔ سونے کے کلس والے اس گرودوارے کا نام ہر مندر صاحب ہے ۔ یعنی بھگوان کا مندر یہ گولڈن ٹمپل کے نام سے مشہور ہے ۔

۰ یہ گرودوارہ ایک بڑے تالاب سے گھرا ہوا ہے جسے امرت سروَر کہا جاتا ہے ۔ یعنی زندگی کا سوتا ۔ یہی "امرت سرور" سیکڑوں سال میں بگڑ کر امرت سر بن گیا ۔ جہاں آج کل امرت سر آباد ہے ۔ اب سے سیکڑوں سال پہلے یہاں بڑا گھنا جنگل تھا ۔ کہا جاتا ہے رام چندر جی بھی یہاں آئے تھے لو اور کُش سے ملے تھے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مہاتما بدھ کو بھی یہ جگہ پسند آئی تھی ۔

اس گرودوارے کو سکھوں کے پانچویں گرو ارجن دیو جی مہاراج نے بنوایا تھا ۔ وہ اس جگہ سے دنیا کو خدا کے ایک ہونے کی تعلیم دینا چاہتے تھے ۔ ان کی خواہش تھی کہ ایک خدا کی عبادت کرنے والے چاہے وہ جس مذہب کے ہوں یہاں آئیں اور آپس میں دوستی ، محبت اور پیار کا رشتہ مضبوط کریں ۔

گرو ارجن دیو جی مہاراج نے اس گرودوارے کا سنگ بنیاد ۱۵۸۹ء

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

میں اُس وقت کے مشہور صوفی سائیں میاں میر سے رکھوایا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ گرو ارجن دیو جی مہاراج ہر مذہب کے ماننے والوں کی کتنی عزت کرتے تھے اس گردوارے میں داخل ہونے کے لئے چار دروازے چاروں طرف رکھے گئے ہیں تاکہ خدا کی اس دنیا میں جو جہاں سے اور جدھر سے چاہے آئے اور خدا کو یاد کرے۔

یہ گردوارہ بہت خوب صورت ہے۔ اس کا فرش سنگِ مرمر کا ہے گنبد تانبے کا ہے اور اس کے اوپر نیچے سونے کے پرت چڑھے ہوئے ہیں۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ اس میں سو کلو گرام کے قریب سونا لگا ہوا ہے۔ اس کے چاروں دروازے خاص طور سے دیکھنے کے لائق ہیں۔ ان پر سونے کے پرت چڑھے ہوئے ہیں۔ اور اس کے اوپر بہت خوب صورت کام بنا ہوا ہے۔ گنبد کے اندر قیمتی ہیرے، جواہرات، نگ اور شیشے جڑے ہوئے ہیں جس سے اس کی خوبصورتی کو چار چاند لگ گئے ہیں۔

گرنتھ صاحب سکھوں کی مقدس کتاب ہے۔ اس میں سکھوں کے چھ گروؤں کے علاوہ دوسرے مذہبوں کے بزرگوں اور سنتوں کے قول درج ہیں گرو ارجن دیو جی مہاراج نے اسے تیار کیا تھا اور اس کا پہلا پاٹھ ہر مندر صاحب ہی میں کرایا تھا اس طرح جو لوگ گرو گرنتھ صاحب کو مانتے ہیں وہ دنیا کے سب ہی مذہبوں کی عزت کرتے ہیں گرو گرنتھ صاحب اس طرح تمام ہندوستانیوں کی قومی ایکتا کا ذریعہ ہے۔ آج کل ہر مندر صاحب میں گرو گرنتھ صاحب کے اوپر ایک بہت ہی خوبصورت قیمتی جڑاؤ چھتر سایہ کیے ہوئے ہے۔

ہر مندر صاحب میں رات کے دو بجے سے دوسری رات کے ۱۱ بجے تک (۲۱ گھنٹے) برابر کیرتن ہوتا رہتا ہے اور ہزاروں آدمی اس میں شریک ہوتے ہیں۔ پرانے رواج کے مطابق یہاں گرو کا لنگر بھی چلتا رہتا ہے۔ اس میں امیر غریب،

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

چھوٹے بڑے چاہے وہ کسی مذہب کے ہوں ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں کہا جاتا ہے بادشاہ اکبر بھی ایک مرتبہ ہر مندر صاحب کی زیارت کے لئے آیا تھا۔

چاندنی راتوں، اور دیوالی کی رات میں خاص طور پر ہر مندر صاحب بہت خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ سنہرا گنبد پانی میں لہراتا ہوا دکھائی پڑتا ہے اور پانی کی سطح پر چمکتے ہوئے چاند تارے اس کا حسن اور دوبالا کرتے ہیں۔

سوالات

۱۔ امرت سر کے گردوارے کا اصلی نام کیا ہے؟

۲۔ اس گردوارے کا سنگِ بنیاد میاں میر سے کیوں رکھوایا گیا؟

۳۔ گرنتھ صاحب کسے کہتے ہیں؟

۴۔ گرو کے لنگر کی کیا خصوصیت ہے؟

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سبق ۱۰۰ برسات کی بہاریں

گُل زار ۔ جا ۔ قدرت ۔ حق ۔ قُمری
حق حق ۔ مُعطّر

کیا کیا مچی ہیں یارو، برسات کی بہاریں

بادل ہوا کے اوپر ہو مست چھا رہے ہیں
جھڑیوں کی مستیوں سے دھومیں مچا رہے ہیں
پڑتے ہی پانی ہر جا جل تھل بنا رہے ہیں
گُل زار بھیگتے ہیں، سبزے نہا رہے ہیں

کیا کیا مچی ہیں یارو، برسات کی بہاریں

ہر جا بچھا رہا ہے سبزہ ہرے بچھونے
قدرت کے بچھ رہے ہیں ہر جا ہرے بچھونے
جنگل میں ہو رہے ہیں پیدا ہرے بچھونے
بچھوا دیے ہیں حق نے کیا کیا ہرے بچھونے

کیا کیا مچی ہیں یارو، برسات کی بہاریں

بولیں بئے بٹیریں، قمری پکارے کو کو
پی پی کرے پپیہا، بگلے پکاریں تو تو

کیا ہُدہُدوں کی حق حق کیا فاختوں کی ہو، ہو
سب رٹ رہے ہیں تجھ کو کیا پنکھ، کیا پکھیرو
کیا کیا مچی ہیں یارو، برسات کی بہاریں

کیچڑ سے ہو رہی ہے جس جا زمیں پھسلنی
مشکل ہوئی ہے واں سے ہر ایک کو راہ چلنی
پھسلا جو پانو، پگڑی مشکل ہے پھر سنبھلنی
جوتی گری تو واں سے کیا تاب پھر نکلنی
کیا کیا مچی ہیں یارو، برسات کی بہاریں

تر کر کسی کے کپڑے دَل دَل میں ہیں معطّر
پھسلا کوئی کسی کا کیچڑ میں مُنہ گیا بھر
اک دو نہیں پھسلتے کچھ ان میں آن اکثر
ہوتے ہیں سیکڑوں کے سر نیچے پانو اوپر
کیا کیا مچی ہیں یارو، برسات کی بہاریں

نظیر اکبر آبادی

سوالات

۱۔ پانی برسنے سے موسم میں کیا تبدیلی آتی ہے؟

۔ پانی برسنے پر چڑیاں کیا کرتی ہیں؟

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سبق - ۱۱ لال بہادر شاستری

گلستاں - شہ زادہ - امن پسندی - وزیر اعظم - احساس
تحریک - حامی

فارسی کی ایک مشہور کتاب "گلستاں" میں ایک قصہ لکھا ہے ایک زمانے میں ایک بادشاہ کے کئی لڑکے تھے۔ سب سے چھوٹے شہ زادے کا قد چھوٹا تھا اس لئے لوگ سمجھتے کہ یہ لڑکا نہ بہادر ہوگا نہ عقل مند لیکن ایک بار جب بادشاہ کے دشمنوں سے جنگ چھڑ گئی تو اس چھوٹے قد کے لڑکے نے ایسی بہادری دکھائی کہ لوگ حیران رہ گئے اس کے بعد وہ اپنی عقل مندی کے بھی برابر ثبوت دیتا رہا۔ ہندستان کے دوسرے وزیر اعظم لال بہادر شاستری بھی "گلستان" کے اسی شہ زادے کی طرح تھے۔ ہندستان کو جنگ کا سامنا کرنا پڑا تو وہ چٹان کی طرح مضبوط ثابت ہوئے اور جب امن کی ضرورت ہوئی تو وہ ریشم کی طرح نرم ہو گئے۔

لال بہادر شاستری غریب ماں باپ

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کے بیٹے تھے۔ لیکن غریبی ان کی ترقی کا راستہ نہ روک سکی۔ وہ چھوٹے قد کے آدمی تھے۔ لیکن انھوں نے اپنی سوجھ بوجھ ہمت، ایمان داری، امن پسندی اور رواداری کی وجہ سے ساری دنیا میں اپنا نام روشن کر دیا۔ انھوں نے اپنی ساری زندگی سادگی سے بسر کی۔ وہ سادہ لباس پہنتے تھے۔ سادہ غذا کھاتے اور سادگی سے رہتے تھے۔ وزیر اعظم ہو جانے کے بعد بھی ان کی سادگی میں فرق نہیں آیا۔ ہر ایک سے بڑے اخلاق سے ملتے اور ہر ایک سے نرمی کے ساتھ پیش آتے جس آدمی کو ایک مرتبہ بھی ان سے ملنے کا اتفاق ہوا اُسے وہ کبھی نہیں بھولے۔

شاستری جی ۲ ر اکتوبر ۱۹۰۴ء کو مغل سرائے ضلع وارانسی میں پیدا ہوئے۔ اُن کے باپ شری شاردا پرشاد ایک چھوٹے سے اسکول میں ٹیچر تھے۔ بعد میں انھیں ایک معمولی سی سرکاری نوکری مل گئی لال بہادر ابھی ڈیڑھ سال کے تھے کہ ان کے باپ کا انتقال ہو گیا۔

لال بہادر جی کی ماں اب اپنے بھائی رگوناتھ پرشاد کے ساتھ رہنے لگیں۔ مگر ان کی بھی مالی حالت اچھی نہ تھی۔ اس کے باوجود لال بہادر جی کی ماں نے اپنے بیٹے کے پالنے پوسنے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی بیٹے کو بھی احساس تھا کہ وہ ایک غریب اور بیوہ ماں کا لڑکا ہے اس لئے اس نے بڑی مصیبتیں جھیلیں مگر تعلیم حاصل کرنے کی دُھن میں لگا رہا لال بہادر جی کے اسکول کے راستے میں گنگا پڑتی تھی۔ اور اسکول تک پہنچنے کے لئے کشتی کے ذریعہ دریا پار کرنا ہوتا تھا ایک مرتبہ ان کے پاس کشتی کا کرایہ بھی نہ تھا۔ انھوں نے کتابیں سر پر رکھیں اور تیر کر دریا پار کیا مگر اسکول کا ناغہ نہ ہونے دیا۔

شاستری جی ابھی سترہ ہی سال کے تھے کہ گاندھی جی کی آواز پر اسکول چھوڑ کر آزادی کی تحریک میں شامل ہو گئے اور جیل چلے گئے اس کے بعد وہ کئی مرتبہ اور گرفتار کئے گئے سب ملا کر انھیں نو سال کی سزا بھگتنی پڑی۔ پہلی مرتبہ جیل جانے

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کے بعد جب انھیں رہائی ملی تو انھوں نے کاشی ودیا پیٹھ وارانسی میں داخلہ لیا اور وہیں سے "شاستری" کا امتحان پاس کیا۔ شاستری ایک ڈگری کا نام ہے جو بی۔ اے کی ڈگری کے برابر مانی جاتی ہے لیکن لال بہادر جی کے نام کا وہ آخری حصّہ بن گئی۔ شاستری جی منع کرتے تھے مگر لوگ ان کا اصلی نام پکارنے اور لکھنے کی جگہ انھیں "شاستری جی" ہی کہنے اور لکھنے لگے آج بھی وہ اسی طرح یاد کئے جاتے ہیں جیسے "شاستری" اُن کی ڈگری نہ ہو بلکہ اُن کے نام کا آخری ٹکڑا ہو شاستری کی ڈگری حاصل کرنے کے تین برس بعد مرزا پور میں للیتا دیوی سے شاستری جی کی شادی ہو گئی۔ للیتا دیوی نے ہر قدم پر شاستری جی کا ساتھ دیا اور آزادی کی لڑائی میں ان کا بڑا سہارا بنی رہیں۔

شاستری جی جب کاشی ودیا پیٹھ میں پڑھ رہے تھے۔ تو ملک کے کئی لیڈروں سے انھیں ملنے کا موقع ملا۔ انھیں میں لالہ لاجپت رائے تھے۔ لالہ لاجپت رائے کو اُن دنوں اپنی انجمن "سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی" کے لیے جوشیلے کام کرنے والوں کی تلاش تھی۔ شاستری جی اس انجمن میں شامل ہو گئے۔ اسی زمانے میں پنڈت جواہر لال نہرو سے شاستری جی کی ملاقات ہوئی اور وہ کانگریس کا بھی ایسی لگن سے کام کرنے لگے کہ جلد ہی کانگریس کے خاص کام کرنے والوں میں گنے جانے لگے۔

سب سے پہلے سنہ ۱۹۳۷ء میں وہ یو۔پی اسمبلی کے ممبر چنے گئے۔ پھر جب سنہ ۱۹۴۶ء کا چناؤ ہوا تو اس میں بھی وہ کامیاب ہوئے۔ یو۔پی میں کانگریس حکومت بنی اور اُنھیں وزیر مقرّر کیا گیا۔ کانگریس میں بھی وہ کئی عہدوں پر رہے اور پھر بھارت سرکار میں کئی سال تک وزیر رہے۔

پنڈت جواہر لال نہرو کے انتقال کے بعد ۹ رجون سنہ ۱۹۶۴ء کو وہ ہندوستان کے وزیر اعظم چُنے گئے۔ جب سنہ ۱۹۶۵ء میں ہندوستان کی لڑائی چھڑ گئی تو اُنھوں نے بڑی

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سوجھ بوجھ سے کام لیا اور ان کی رہنمائی میں ہندستان کو جنگ میں کامیابی ہوئی۔
لیکن وہ بڑے امن پسند بھی تھے۔ جنوری ۱۹۶۶ء کے شروع میں وہ تاشقند گئے۔
جہاں انھوں نے پاکستان کے ساتھ ایک سمجھوتہ کیا۔ لیکن اس سمجھوتے کے کچھ گھنٹے بعد
ہی ان پر دل کا دورہ پڑا اور ۱۱ جنوری ۱۹۶۶ء کو ڈیڑھ بجے رات کو تاشقند ہی میں
ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے مرنے پر سارے ہندستان میں سوگ منایا گیا اور ساری
دنیا نے ان کی موت پر رنج اور افسوس ظاہر کیا۔ شاستری جی ہندی کے حامی
ہونے کے ساتھ ساتھ اُردو اور دوسری زبانوں کے بھی بڑے دوست تھے
انھوں نے ہندی میں ایک کتاب لکھی تھی۔ اُردو بھی وہ بہت اچھی جانتے تھے۔
ایک زمانے میں لالہ لاجپت رائے کے اُردو اخبار "بندے ماترم" سے بھی ان کا
تعلق رہا۔ انھیں اُردو کے سیکڑوں شعر یاد تھے۔ ایک مرتبہ ریلوے ٹرین کے
ایک سفر میں وہ دو گھنٹے تک اُردو کے شعر سناتے رہے۔ اپنی تقریروں میں بھی
وہ اکثر اُردو کے شعر استعمال کرتے تھے۔ وہ ہر زبان کی ترقی پر زور دیتے تھے
اور کہتے تھے کہ کسی ایک زبان کے بارے میں اتنا سخت نہ ہونا چاہیے کہ دوسری
زبان والوں کو تکلیف ہو۔

"گیتا" میں کرم یوگ کی تعلیم دی گئی ہے۔ کرم یوگ کے معنی ہیں کہ آدمی
اپنا کام لگن سے کرتا رہے۔ اور یہ نہ سوچے کہ وہ کامیاب ہو گا یا نہیں ایسا آدمی
کرم یوگی کہلاتا ہے۔ شاستری جی میں یہی خوبی تھی وہ زندگی بھر ہر کام بڑی لگن اور
ایمان داری سے کرتے رہے اور اس کی پروا نہیں کی کہ نتیجہ کیا نکلے گا۔ وہ دوسروں
کے ساتھ ہمیشہ نرمی اور رحم دلی برتتے رہے۔ لیکن جب ہندستان کے خلاف لڑائی
کا میدان گرم ہو گیا یا کبھی اصول کی بات سامنے آ گئی تو وہ لوہے کی طرح سخت
بھی ثابت ہوئے سچ پوچھو تو وہ کرشن جی کے بتائے ہوئے "کرم یوگی" بھی تھے

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اور ہیرے سے زیادہ سخت اور پھولوں سے زیادہ نرم انسان بھی!

سوالات

۱ ۔ شاستری جی میں کیا خوبیاں تھیں؟

۲ ۔ شاستری جی کی طالب علمی کے زمانے کا ایک واقعہ بیان کرو

۳ ۔ "شاستری" سے تم کیا سمجھتے ہو؟

۴ ۔ "کرم یوگی" کسے کہتے ہیں؟

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سبق ۔ ۱۲ چاند کی دنیا

دوربین ۔ قطار ۔ خلا ۔ کشش ۔ گردش ۔ گرد

سطح ۔ باہمت

جب تم بہت چھوٹے تھے تو تمھاری ماں تم کو "چندا ماما" کی لوری سنایا کرتی تھیں اور تم اپنے ننھے منے ہاتھ چاند کو پکڑنے کے لئے بڑھایا کرتے تھے ۔ جب تم ذرا بڑے ہوئے اور چاند کو غور سے دیکھا تو اُس کے دھبوں پر تمھیں انسانی چہرے کا شبہ ہوا کبھی خرگوش کا اور کبھی چاند میں چرخہ کاتتی ہوئی بڑھیا نظر آئی لیکن یہ سب دھوکا تھا ۔ چاند اصل میں زمین ہی کی طرح ایک سیّارہ ہے ۔

اٹلی کا سائنس داں گیلیلیو پہلا شخص تھا جس نے ۱۶۰۹ء میں اپنی بنائی ہوئی دوربین سے چاند کو دیکھا اور اسے یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ چاند کے چہرے پر چیچک کی طرح بے شمار داغ ہیں ۔ یہ داغ اصل میں تھالے کی شکل کے پہاڑ ہیں جنھیں دہانے کہتے ہیں گیلیلیو کے بعد اور بھی بڑی دوربینیں بنائی گئیں، جن کی مدد سے لوگوں نے چاند کے نقشے بنائے ۔ ان نقشوں میں چاند پر نظر آنے والے پہاڑوں، دہانوں، دراروں اور میدانوں کو دکھایا گیا ہے ۔ ان میں سے ہر ایک کا نام رکھا گیا ہے ۔

چاند ہماری زمین کی طرح گول ہے ۔ اس کے مقابلے میں سورج اتنا بڑا ہے

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کہ اگر زمین کے ایسے ایک سو ٹکڑے ایک قطار میں رکھے جائیں تو وہ سورج کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ سکیں گے۔ چاند ہماری زمین سے قریب قریب چار لاکھ کیلو میٹر دور ہے اور سورج کی زمین سے دوری پندرہ کروڑ کیلو میٹر ہے۔ اسی وجہ سے سورج اتنا چھوٹا نظر آتا ہے اگرچہ وہ بہت بڑا ہے۔ چاند سورج اور زمین خلا میں گھوم رہے ہیں (زمین سے لگ بھگ ۱۶ کیلو میٹر اوپر جانے پر زمین کی کشش اور ہوا اتنی کم ہو جاتی ہے کہ نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ اس جگہ کو خالی جگہ یا خلا کہا جاتا ہے) وہ نہ تو کسی چیز پر ٹکے ہیں اور نہ کسی چیز سے لٹکے ہیں اور ان کے نہ گرنے کا سبب یہ ہے کہ وہ برابر گردش میں ہیں۔ چاند زمین کے گرد چکر لگاتا ہے اور زمین سورج کے گرد گھومتی ہے۔ چاند کو زمین کا ایک چکر لگانے میں جو وقت لگتا ہے اسے مہینہ کہتے ہیں اور زمین کو سورج کا ایک چکر لگانے میں جو وقت لگتا ہے، اسے سال کہتے ہیں۔

چاند کی روشنی اس کی اپنی نہیں ہے وہ سورج کی روشنی پڑنے سے چمکتا ہے۔ جسے ہم چاندنی کہتے ہیں وہ اصل میں سورج کی روشنی ہے جو چاند کی سطح سے ٹکرا کر زمین پر آتی ہے۔ چاند کے جتنے حصے پر سورج کی روشنی پڑتی ہے وہ ہمیں سب کا سب ایک ساتھ نظر نہیں آتا بلکہ آہستہ آہستہ چودہ دنوں میں ہماری نظروں کے سامنے سے گزرتا ہے۔ یہی اس کے گھٹنے بڑھنے کا سبب ہے۔

چاند پر نہ تو ہوا ہے اور نہ پانی۔ اسی لئے وہاں کسی قسم کے جاندار بھی نہیں ہیں۔ چاند پر آپ چاہے جتنی زور سے بولیں ہوا نہ ہونے کی وجہ سے ذرا بھی آواز پیدا نہ ہوگی۔ ہوا اور پانی نہ ہونے کی وجہ سے چاند پر زمین کی طرح کے موسم بھی نہیں ہوتے دن میں چاند آگ کی طرح تپتا ہے اور رات کو برف سے زیادہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔

چاند کی کشش زمین کی کشش کے چھٹے حصے کے برابر ہے کیونکہ چاند زمین سے بہت چھوٹا ہے۔ جسے ہم وزن کہتے ہیں وہ زمین کی کشش کی وجہ سے ہے چاند پر

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

جاکر ہر چیز کا وزن زمینی وزن کا ⅙ رہ جاتا ہے۔ اگر زمین پر تمھارا وزن ۲۴ کلوگرام ہے تو چاند پر جاکر ۴ کلوگرام رہ جائے گا۔ لیکن اس سے تمھاری طاقت میں کمی نہ ہوگی۔ تم زمین پر جتنا بوجھ اٹھا سکتے ہو، اُس کا چھ گنا چاند پر اُٹھا سکو گے اور جتنا اونچا زمین پر اُچھل سکتے ہو اس کا چھ گنا اونچا چاند پر اُچھل سکو گے۔

انسان نہ جانے کب سے چاند پر پہنچنے کا خواب دیکھتا رہا ہے۔ اُس کا یہ خواب ۲۱ جولائی ۱۹۶۹ء کو پورا ہو گیا۔ اُس دن امریکہ کے ایک باہمت نوجوان آرم اسٹرانگ نے چاند کی زمین پر پہلی بار قدم رکھا۔ یہ ایسے لباس پہنے ہوئے تھا اور ایسے آلات سے لیس تھا جن سے ہوا اور پانی کی کمی پوری ہو گئی تھی۔ اُس وقت سے اب تک بارہ آدمی چاند پر جاکر زمین پر واپس آ چکے ہیں۔ چاند پر یہ جانے والے وہاں کے پتھروں اور مٹی کے نمونے لائے ہیں اور ہزاروں تصویریں بھی ان تصویروں میں چاند کے چھوٹے بڑے پہاڑ اور میدان صاف نظر آتے ہیں۔ چاند پر سب سے پہلے پہنچنے والے لوگوں نے وہاں ایک تختی چھوڑی ہے جس پر لکھا ہے۔

یہاں زمین کے باسیوں نے پہلی بار چاند پر قدم رکھا جولائی ۱۹۶۹ء۔ ہم تمام انسانوں کی طرف سے امن کا پیغام لے کر آئے!!

سوالات

۱۔ گیلیلیو کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟

۲۔ سورج زمین سے کتنا بڑا ہے؟

۳۔ مہینہ اور سال کسے کہتے ہیں؟

۴۔ چاند پر سب سے پہلے پہنچنے والے انسان کے نام بتاؤ؟

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سبق ۔۱۳ عزمِ جواں

عزم ۔ آنچ آنا ۔ صدا ۔ عَلَم

جیون کی اندھیری راہوں پر، ہم دیپ جلایا کرتے ہیں
آکاش کے جھل مل تاروں پر نظریں بھی اٹھایا کرتے ہیں
آدرش کے پھولوں کی خاطر، کانٹوں میں گزارا کرتے ہیں
دُنیا کو سُکھی رکھنے کے لئے دُکھ درد گوارا کرتے ہیں
جب آنچ وطن پہ آتی ہے، تلوار اٹھایا کرتے ہیں

کشمیر کی نرمل جھیلیں تو، درپن ہیں ہمارے ارماں کا
لدّاخ کی اونچی چوٹی پر، سایہ ہے ہمارے داماں کا
نیفا کی زمیں کا کیا کہنا، ٹکڑا ہے ہماری ہی جاں کا
کرنی ہے حفاظت سب کی ہمیں، یہ بھی ہے تقاضا ایماں کا
جب آنچ وطن پر آتی ہے، تلوار اٹھایا کرتے ہیں

گیتا سے سبق بھی لیتے ہیں، قرآں کی زباں بھی رکھتے ہیں
گوتم کی صدا، نانک کی کتھا، چشتی کی اذاں بھی رکھتے ہیں

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ٹیپو کا علم بھی ہاتھ میں ہے، ارجن کی کماں بھی رکھتے ہیں
منظور، تباہ دو دنیا کو، ہم عزم جوان بھی رکھتے ہیں
جب آنچ وطن پر آتی ہے، تلوار اٹھایا کرتے ہیں

(ملک زادہ منظور احمد)

سوالات

۱۔ اس نظم میں بچوں کے کن جذبات کو ظاہر کیا گیا ہے؟

۲۔ یہ نظم تم کو کیا تعلیم دیتی ہے؟

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سبق ۱۴۔ اشوک

اُصول ۔ پرجوش ۔ حامی ۔ محفوظ

دو ہزار سال سے کچھ زیادہ عرصہ گزرا جب ہندستان میں ایک بہت بڑا راجا حکومت کرتا تھا۔ اس کا نام اشوک تھا۔ اس کی راج دھانی پاٹلی پتر تھی۔ اس نے اپنی حکومت کے پہلے تیرہ سال میں دوسرے راجاؤں کی ریاستوں کو ایک ایک کرکے فتح کرلیا۔ آخر میں اُس نے کلنگ ریاست پر حملہ کیا۔ اس لڑائی میں ہزاروں آدمی جان سے مارے گئے۔ بہتوں کے گھر اُجڑ گئے۔ یہ تباہی دیکھ کر اشوک کا دل دہل گیا۔ اُس کے خیالات بدل گئے۔

اسے خون خرابے سے نفرت ہوگئی۔ اور اس نے یہ عہد کیا کہ اب وہ آئندہ جنگ نہ کرے گا۔

اس نے بدھ مذہب اختیار کرلیا اور اپنی باقی زندگی اسی مذہب کے پرچار میں صرف کردی۔ اس نے اپنے خیالات پھیلانے کے لئے ملک کے کونے کونے میں پرچارک بھیجے اور بُدھ مذہب کے اُصول اور تعلیمات پتھر کی چٹانوں اور لاٹوں پر کھدوائیں تاکہ وہ ہمیشہ رعایا کی آنکھوں کے سامنے رہیں۔ سارناتھ الٰہ آباد اور دوسری بہت سی جگہوں پر اشوک کے زمانے کی پتھر کی لاٹیں اب بھی موجود ہیں۔

اس نے اپنے بیٹے مہیندرا اور بیٹی سنگھ مترا کو بدھ دھرم کے پرچار کے لیے

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

لنکا بھیجا۔ وہاں ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور لنکا کے راجا اور رعایا نے بُدھ مذہب اختیار کر لیا۔ لنکا میں ابھی تک اس زمانے کی یادگاریں موجود ہیں۔

دوسرے پڑوسی ملکوں میں بھی اشوک کے پرچارک پہنچے۔

اشوک بُدھ مت کا بڑا پُرجوش حامی تھا لیکن پھر بھی وہ دوسرے خیالات رکھنے والوں کی عزّت کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ سب مل جُل کر رہیں۔

اشوک بہت سادہ اور فقیرانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ وہ بُدھ مت اختیار کرنے کے بعد اٹھائیس سال تک لگاتار سلطنت کا انتظام بڑی قابلیت سے کرتا رہا۔ اس نے اپنے قول اور عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ ایک شخص اہنسا کو اپناتے ہوئے بھی اپنی سلطنت کو محفوظ اور رعایا کو خوش حال رکھنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ اشوک کی انسان دوستی سے آنے والی نسلیں رہنمائی حاصل کرتی رہیں گی۔

سوالات

۱۔ کلنگ کی لڑائی نے اشوک کے دل پر کیا اثر ڈالا؟

۲۔ اشوک نے بُدھ مت کا پرچار کیسے کیا؟

۳۔ اشوک کی زندگی سے تمہیں کیا سبق ملتا ہے؟

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سبق ۱۵ - کولمبس

برّاعظم - بحر - مطالعہ - بیڑہ - اصرار - فولاد - عاجز - تحفے
چرند پرند - انمول

اُوپر دیئے ہوئے گلوب کے دونوں حصّوں کو اچھی طرح دیکھو پرانی دنیا میں کون کون سے چار برّاعظم ہیں نئی دُنیا میں کون کون سے برّ اعظم ہیں ؟ پرانی دنیا اور نئی دنیا سے مل کر آج کی بڑی دنیا بنی ہے۔ ذرا خیال کرو کہ اگر نئی دنیا دریافت نہ ہوتی تو ہماری دنیا کتنی چھوٹی ہوتی۔ وہ کون بہادر انسان تھا جس نے نئی دنیا کو ڈھونڈ نکالا ؟

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

نئی دنیا کو تلاش کرنے کا سہرا کولمبس کے سر ہے۔ اس کی پیدائش اٹلی کی مشہور بندرگاہ جنیوا میں ہوئی تھی۔ کولمبس کا مکان سمندر کے قریب تھا۔ اس کو سمندری زندگی سے بڑی دل چسپی تھی۔ وہ اکثر گھر سے نکل جاتا اور سمندر کے کنارے پہنچ کر گھنٹوں ملاحوں سے سمندری سفر کے حالات اور دُور دراز ملکوں کی عجیب وغریب کہانیاں سُنا کرتا۔ ان ملاحوں سے اس نے ہندستان کی دولت اور بڑائی کی کہانیاں سُنی تھیں۔ اس وقت تک یورپ کے باشندوں کو سمندر کے ذریعہ بھارت پہنچنے کے راستے کا پتہ نہ چلا تھا۔ کولمبس کے دل میں

بھارت کا راستہ دریافت کرنے کی امنگیں اٹھنے لگیں۔ اب کولمبس رات دن بھارت کی سونا اگلنے والی زمین کے خواب دیکھا کرتا۔ اس کے باپ نے اسے سمجھایا کہ اگر ملاح ہی بننا ہے تو اناڑی ملاح بننے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس لیے اس نے کولمبس کو ایک اسکول میں پڑھنے کے لئے بھیج دیا۔ کولمبس کو ملاح بننے اور بھارت کا راستہ دریافت کرنے کی دھن سوار تھی۔ وہ بڑی لگن کے ساتھ جوتش اور جیومیٹری پڑھنے لگا۔ کیوں کہ ان دونوں باتوں کا علم بحری سفر کے لئے بہت ضروری ہوتا ہے۔ جہاز رانی کے سلسلے میں اس کو ہر بات جاننے کی بڑی خواہش تھی۔ وہ جہاز کے تمام کل پرزوں کو ایک ماہر کاری گر کی طرح اچھی طرح سمجھ لینا چاہتا تھا۔ اس کا سارا وقت خاکوں، سمندری نقشوں اور جہازوں کے آلات سمجھنے میں

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

صرف ہوتا تھا اس کو ہر لمحہ اسی کی دھن تھی کہ میں زمین کا ایک ایسا حصہ دریافت کروں جہاں آج تک کوئی ملاح نہ پہنچا ہو۔

کولمبس کو چودہ برس کی عمر میں ایک بحری جہاز میں کام کرنے اور سفر کرنے کا موقع ملا۔ جہاز میں وہ پوری توجہ کے ساتھ 'خاکے'، 'گلوب'، اور آلات بنایا کرتا تھا۔ اور سمت، موسم، رفتار اور فاصلہ بنانے والے آلات کے مطالعہ میں ڈوبا رہتا تھا۔ ایک دن اس کی نظر ایک ایسے خاکے پر پڑی جس میں دکھایا گیا تھا کہ بھارت پہنچنے کے لیے پچھم کی جانب سفر کرنا چاہئے۔ یہ دیکھ کر اس کا دل بھارت کے سفر کے لئے بے چین ہو گیا۔

بھارت کا سفر کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس کے لیے زبردست بڑے ملاحوں اور دولت کی ضرورت تھی۔ کولمبس پرتگال کے بادشاہ کے پاس مدد حاصل کرنے کے لئے پہنچا لیکن بادشاہ کو یقین نہیں آیا کہ اس کا منصوبہ پورا ہو سکے گا۔ یہاں سے نا امید ہو کر وہ اسپین کے بادشاہ کے دربار میں گیا۔ پہلے تو اسے بھی کولمبس کی تجویز پسند نہ آئی لیکن بعد میں اپنی ملکہ کے اصرار پر وہ مدد دینے پر راضی ہو گیا۔

اسپین کے بادشاہ نے تین جہازوں کا بیڑا اور نوے ملاح کولمبس کے سپرد کئے۔ ان جہازوں میں کھانے پینے کا سامان بھر دیا گیا۔ ۳ اگست ۱۴۹۲ء کو کولمبس نے ہندوستان پہنچنے کے راستے کی دریافت شروع کی۔ اس وقت اس کے دل میں خوشی اور جوش کا سمندر موجیں مار رہا تھا۔

ان دنوں بحری سفر آسان نہ تھا۔ جہاز چھوٹے ہوتے تھے۔ آج کل تو جہاز سمندر کے سینے کو چیرتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن ان دنوں جہاز بادبانوں کے سہارے چلتے تھے اور ہوا کے موافق نہ ہونے کی صورت میں ان کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا تھا۔ ان کی رفتار اتنی سست ہوتی تھی کہ مہینوں زمین نہ دکھائی پڑتی تھی آج کل کی طرح جہاز فولاد کی چادر کے نہ بنتے تھے جب پانی میں ان کی لکڑی گل جاتی یا ان میں شگاف پڑ جاتا تو جہاز کے

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اندر پانی گھسنے لگتا۔ اس لیے سفر میں بھی جہازوں کی مرمت برابر جاری رہتی تھی اس کے علاوہ طرح طرح کی بیماریاں بھی پیدا ہو جایا کرتی تھیں۔

یہ تمام دقتیں ایک ایک کرکے کولمبس کے سامنے آئیں۔ ایک دفعہ جہاز کے اندر تیزی سے پانی آتا دیکھ کر تمام ملاح بچوں کی طرح رونے لگے۔ وہ طرح طرح کی تکلیفوں سے بھی کچھ اس قدر عاجز آگئے تھے کہ انھوں نے بغاوت کی ٹھان لی اور آخر میں انھوں نے طے کیا کہ اگر دوسرے دن صبح تک خشکی نظر نہ آئی تو وہ سب کے سب واپس لوٹ جائیں گے۔

کولمبس کی دلی خواہش سفر جاری رکھنے کی تھی گیارہ اکتوبر سنہ ۱۴۹۲ء کی رات تھی وہ جہاز کے پچھلے حصے میں کھڑا خدا سے دعا مانگ رہا تھا۔ کہ خشکی دیکھنے کو مل جائے۔ اتنے میں اسے کافی فاصلہ پر کچھ روشنی نظر آئی۔ وہ آنکھ پھاڑے اس روشنی کو رات بھر کھڑا دیکھتا رہا پو پھٹتے پھٹتے اسے یکایک تھوڑے فاصلہ پر خشکی دکھائی دی۔ وہ خوشی کے مارے چلّا اٹھا آہا خشکی خشکی" پھر جلد ہی کنارا آگیا سب ساتھی خوشی سے اچھل پڑے۔ کولمبس نے خشکی پر اُتر کر سچے دل سے خدا کا شکر ادا کیا۔

اس خشکی نے نئی دنیا کا دروازہ کھول دیا۔ کولمبس بھارت کا راستہ دریافت کرنے نکلا تھا لیکن پہنچ گیا امریکہ۔

کولمبس اس نئی دنیا سے مختلف قسم کے پتھر چرند، پرند، پودے اور ایک ایک مرد اور عورت اپنے ہم راہ لے کر اسپین لوٹ گیا۔ دربار میں حاضر ہو کر اس نے اسپین کے بادشاہ اور ملکہ کی خدمت میں قیمتی اور انول تحفے پیش کیے۔ دونوں نے اس کی بڑی آؤبھگت اور عزّت کی۔ اور درباریوں نے بھی اس کی بہت تعریف کی۔

اس کے بعد کولمبس نے بڑے لمبے لمبے بحری سفر کیے۔ سنہ ۱۵۰۶ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کی ہمّت کی داستان ہمیشہ باقی رہے گی۔

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سوالات

۱۔ "نئی دنیا" سے تم کیا سمجھتے ہو؟ اسے کس نے دریافت کیا؟

۲۔ کولمبس کے زمانے میں بحری سفر میں کیا دشواریاں تھیں؟

۳۔ نئی دنیا سے کولمبس کیا تحفے لے گیا؟

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سبق ۱۶- ہمدردی

شجر - آشیاں - مشعل - جہاں

ٹہنی پہ کسی شجر کی تنہا — بلبل تھا کوئی اداس بیٹھا
کہتا تھا کہ رات سر پہ آئی — اُڑنے چگنے میں دن گزارا
پہنچوں کس طرح آشیاں تک — ہر چیز پہ چھا گیا اندھیرا
سُن کے بلبل کی آہ و زاری — جگنو کوئی پاس ہی سے بولا
حاضر ہوں مدد کو جان و دل سے — کیڑا ہوں اگرچہ میں ذرا سا
کیا غم ہے جو رات ہے اندھیری — میں راہ میں روشنی کروں گا
اللہ نے دی ہے مجھ کو مشعل — چمکا کے مجھے دیا بنایا

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

(ڈاکٹر محمد اقبال)

سوالات

۱۔ اس نظم سے تم کو کیا سبق ملتا ہے؟

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سبق ۔ ۱۷ تاج محل

تحفہ ۔ عظیم ۔ مقبرہ ۔ روضہ ۔ فن کار ۔ نقش و نگار
چار چاند لگنا ۔ تسبیح خانہ عجائبات

تم نے پچھلے درجہ میں شاہجہاں کے بارے میں پڑھا ہوگا ۔ اس نے ہندستان کو خوب صورت عمارتوں کا تحفہ دیا ۔ یوں تو اس نے کئی شان دار عمارتیں بنوائیں لیکن جس عمارت کی وجہ سے رہتی دنیا تک اس کا نام زندہ رہے گا وہ "تاج محل" ہے ۔

تاج محل اتر پردیش کے شہر آگرہ میں دریائے جمنا کے داہنے کنارے پر واقع ہے ۔ دہلی سے آگرہ کا فاصلہ ۲۰۴ کلومیٹر ہے ۔ سنگ مرمر کی یہ حسین عمارت اس طرح سر اٹھائے کھڑی ہے جیسے اُسے خود بھی اپنے حسن پر ناز ہو ۔ یہ صاف ستھری عظیم عمارت ایسی خوب صورت معلوم ہوتی ہے جیسے اسے انسانی ہاتھوں نے نہ تراشا ہو بلکہ یہ پریوں کے دیس سے لاکر زمین پر رکھ دی گئی ہو ۔

تاج اصل میں ایک مقبرہ (روضہ) ہے ۔ جسے شاہ جہاں نے اپنی چہیتی ملکہ ارجمند بانو بیگم کے لئے بنوایا تھا ۔ ارجمند بانو بیگم کو ممتاز محل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ۔

شاہ جہاں ممتاز محل کو بہت چاہتا تھا ۔ اس کی شادی کو ابھی اٹھارہ سال ہی ہوئے تھے کہ دکن کے ایک شہر برہان پور میں ممتاز محل کا انتقال ہو گیا بادشاہ کو اس کے مرنے کا اتنا غم ہوا کہ اس کا دل دنیا سے اُچاٹ ہو گیا ۔ ایک ہفتہ تک اس نے کسی کام میں

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ہاتھ نہ لگایا۔ شاہی دربار میں دو سال تک غم منایا گیا۔ اور ہنسی خوشی کا کوئی جشن نہ کیا گیا۔

شاہ جہاں نے اپنی ملکہ کی ایسی یادگار بنانے کا ارادہ کیا جس کی دنیا میں کوئی مثال نہ ہو۔ اس عمارت کی تعمیر کے لئے ہندستان اور ہندستان کے باہر کے مشہور انجینیر اور کاریگر بلائے گئے۔ سنگ مرمر، فیروزہ، مونگا، سُرخ پتھر اور دوسرا قیمتی سامان ہندستان کے علاوہ دور، دراز ملکوں سے بھی منگوایا گیا۔

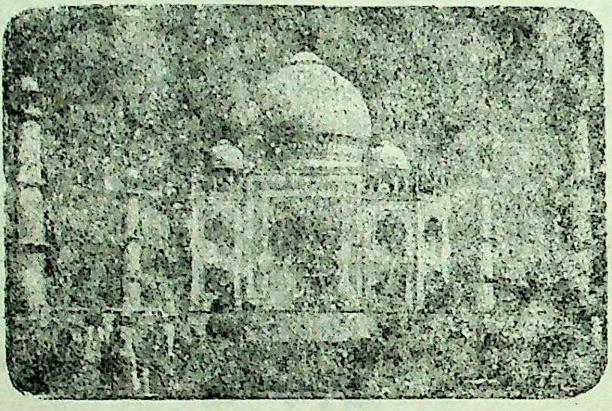

تاج محل لگ بھگ بائیس سال میں بن کر تیار ہوا۔ اس کے بنانے میں ہزاروں کاریگروں، مزدوروں اور فن کاروں نے حصہ لیا۔ انھیں بڑی بڑی تنخواہیں اور مزدوریاں دی جاتی تھیں۔ ایک اندازے کے مطابق تاج محل کی تعمیر میں دو تین کرور روپیہ صرف ہوا تھا تاج محل کی حد میں داخل ہوتے ہی یہ شان دار عمارت جو ایک اونچے چبوترے پر بنائی گئی ہے۔ آنے والوں کی نگاہوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ روضہ کے چاروں طرف چار اونچے مینار ہیں۔ روضہ کے نیچے اُتر کر شاہ جہاں اور ممتاز محل کی قبریں ہیں ان قبروں کے ٹھیک اوپر دونوں کی فرضی قبریں بنی ہوئی ہیں۔ ان قبروں پر ایسے نقش و نگار بنائے گئے ہیں جن کی مثال ملنا مشکل ہے۔

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

تاج محل کی عمارت کے تین طرف باغ ہیں، جن کی وجہ سے تاج کی خوب صورتی میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ تاج کے داہنے اور بائیں جانب تسبیح خانہ اور مسجد ہے۔ یہ دونوں عمارتیں ایک ہی نمونے کی ہیں اور ایک دوسرے کے سامنے کھڑی ہیں۔ روضہ ان کے بیچ میں ہے۔ سامنے نہر ہے۔ نہر کے دونوں طرف کیاریاں اور سروں کی قطاریں بہت خوب صورت معلوم ہوتی ہیں۔ نہر میں ان کا عکس بہت بھلا معلوم ہوتا ہے۔ تاج محل کے پیچھے دریائے جمنا ہے جو تاج کی سطح سے بہت نیچے بہ رہا ہے۔

تاج چاندنی رات میں دیکھنے کی چیز ہے۔ پورن ماشی کی رات کو جب پورے چاند کی روشنی تاج پر پڑ رہی ہو اُس کا حُسن دوبالا ہو جاتا ہے۔ ویسے تو تاج محل کو دیکھنے والوں کا تانتا بندھا ہی رہتا ہے لیکن پورن ماشی کی رات کو دیکھنے والوں کا میلہ سا لگ جاتا ہے۔ پورے چاند کی روشنی میں تاج دُور سے اس طرح چمکتا ہوا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ کسی ہیرے کو تراش کر بنایا گیا ہو۔ تاج محل کا شمار دنیا کے عجائبات میں ہوتا ہے۔

سوالات

۱۔ ممتاز محل کی موت سے بادشاہ پر کیا اثر ہوا تھا؟

۲۔ تاج محل کیوں بنوایا گیا تھا؟

۳۔ تاج محل کی تعمیر پر کتنا خرچ ہوا؟

۴۔ تاج محل چاندنی رات میں کیسا لگتا ہے؟

مشق

اپنے جملوں میں استعمال کرو:-

ا۔ دوبالا ہونا۔

ب۔ چار چاند لگنا۔

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سبق ۔ ۱۸ میسور کے سلطان

نشانہ بازی ۔ وزیر اعظم ۔ سپہ سالار ۔ شان و شوکت ۔ موسیقی
رشوت ۔ چغل خوری ۔ صلح ۔ غیر فانی

تقریباً دو سو برس پہلے جنوبی ہند پر میسور نام کی ایک ریاست تھی ۔ اٹھارھویں صدی میں جب انگریز اپنی حکومت قائم کرنے کی فکر میں لگے ہوئے تھے تو میسور کی ریاست اچھی حالت میں نہ تھی ۔ مرہٹوں کے حملوں سے سلطنت کمزور ہو چکی تھی ۔ اس کا ہر سردار خود مختار ہو رہا تھا ۔ اور ریاست ٹکڑے ٹکڑے ہوئی جا رہی تھی ۔ اسی زمانے میں یہاں ایک معمولی کسان کے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوا جو آگے چل کر حیدر علی کے نام سے مشہور ہوا ۔ حیدر علی کا بچپن بڑی پریشانیوں میں گزرا ۔ باپ کی مالی حالت اچھی نہ ہونے کی وجہ سے حیدر علی کی تعلیم کا کوئی معقول انتظام نہ ہو سکا ۔ لیکن ہتھیار چلانے ، شکار کھیلنے اور جسمانی قوت میں وہ کسی سے کم نہ تھا ۔ ایک دفعہ اس نے نشانہ بازی کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کی اور میسور کے وزیر اعظم نے خوش ہو کر اسے پچاس سواروں اور دو سو پیدل سپاہیوں کا سردار بنا دیا ۔ اب حیدر علی کو ترقی کرنے کا اچھا موقع ملا ۔ حیدر کے معنی ہیں شیر اور حقیقت میں حیدر علی شیر کے مانند دلیر اور رعب دار تھا ۔ وہ بڑا نڈر اور ہوشیار سپہ سالار تھا ۔ اس نے ایک چھوٹی سی فوج تیار کی اور آس پاس کے قلعوں کو فتح کرنا شروع کر دیا ۔

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

تھوڑے ہی عرصہ میں حیدر علی کی طاقت اس قدر بڑھ گئی کہ میسور کا راجا بھی اس سے

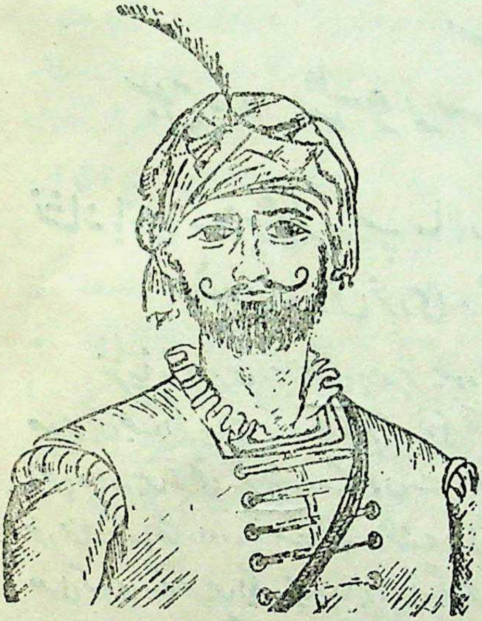

ڈرنے لگا اس نے حیدر علی کو اپنا سپہ سالار مقرر کیا اور اس کے تمام سپاہیوں کو اپنی فوج میں بھرتی کر لیا اس کی ترقی سے دربار کے امیر خوش نہ ہوئے اور انھوں نے حیدر علی کے نکالنے کے لئے جال بچھانا شروع کیا لیکن وہ کامیاب نہ ہوئے۔ رفتہ رفتہ راجا کے ہاتھ سے پورا اختیار نکل گیا اور حیدر علی میسور کا سلطان بن گیا

حیدر علی اپنی رعایا سے بہت محبت کرتا تھا۔ اور ان کی مصیبتیں اور پریشانیاں دور کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا تھا۔ اس کا انتظام بہت سخت تھا۔ حکومت کے ملازمین اس کے نام سے تھراتے تھے۔ رشوت اور دھوکہ بازی کرنے کی کسی میں ہمت نہ تھی اسے صرف اسی قسم کے عہدہ دار خوش کر سکتے تھے۔ جو سچے، محنتی اور لگن سے کام کرنے والے ہوتے۔ ان عہدہ داروں کی مدد سے حیدر علی نے سلطنت کو خوب مضبوط کر لیا۔

حیدر علی نے ایک زبردست مسلح فوج تیار کر لی۔ اپنے سپاہیوں کو غیر ملکی ڈھنگ کی فوجی تربیت دینے کے لیے اس نے کچھ فرانسیسی فوجی افسر بھی مقرر کیے۔ جیسا کہ کہا جا چکا ہے، اُس زمانے میں انگریز جنوبی ہند میں اپنی حکومت قائم کرنے کی تدبیریں

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کر رہے تھے اور میسور پر قبضہ کر لینا چاہتے تھے۔ حیدر علی بیکار کی لڑائی لڑنا نہیں
چاہتا تھا۔ پھر بھی اپنی ریاست کی حفاظت کی خاطر اسے کئی بار انگریزوں سے لڑنا پڑا۔
حیدر علی جب تک زندہ رہا انگریزوں کو کامیابی نصیب نہ ہوئی۔

حیدر علی کی وفات کے بعد
اس کے بیٹے ٹیپو سلطان نے انگریزوں
کا مقابلہ جاری رکھا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ
انگریز ہندستانی راجاؤں اور نوابوں
کو ایک دوسرے سے لڑا کر اپنی طاقت
بڑھا رہے تھے اور اگر ان کو روکا نہ گیا
تو یہ دھیرے دھیرے پورے ملک
کے بادشاہ ہو جائیں گے۔ اور
ہندستانی قوم غلامی کے بندھن میں
جکڑ جائے گی۔ ٹیپو سلطان نے ہندستان
کے راجاؤں اور نوابوں کو سمجھایا
لیکن کسی کی سمجھ میں اس کی بات نہ آئی
مرہٹوں کے علاوہ حیدر آباد اور کرناٹک
کی ریاستوں نے بھی انگریزوں کا ساتھ دیا۔ ٹیپو سلطان نے انگریزوں کو ہندستان سے
نکالنے کے لئے باہر کے ملکوں سے مدد چاہی لیکن وقت پر اس کو کہیں سے کوئی سہارا
نہ ملا۔

انگریزوں نے ٹیپو کی فوج کے افسروں کو بھی رشوت دے کر اپنی طرف ملا لیا
اس کا وزیر میر صادق بھی غداری کر کے انگریزوں سے جا ملا۔ اب سلطان ٹیپو

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اکیلا تھا۔ اور اس کے مقابلہ پر چار طاقتیں مرہٹے، حیدرآباد، کرناٹک اور انگریز گھیرا ڈالے کھڑی تھیں۔ سلطان دشمنوں کے بھاری دباؤ کی وجہ سے سرنگا پٹم میں قلعہ بند ہو کر لڑ رہا تھا۔ اتفاق سے دشمن کے ایک گولے کے گرنے سے قلعہ کی ایک دیوار کچھ کمزور ہو گئی اور غدار وزیر نے اسی راستے سے دشمنوں کو اندر بلا لیا۔ بہادر سلطان نے ایسی حالت میں بھی، جب کہ موت سامنے نظر آ رہی تھی، ہتھیار نہیں ڈالے اور ان لوگوں سے جو اس کو ہار مان کر جان بچانے کی صلاح دے رہے تھے، للکار کر کہا "شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سال کی زندگی سے بہتر ہے"۔

آخر سلطان ٹیپو میدانِ جنگ میں ایک سپاہی کی طرح لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔ سرنگا پٹم کے لوگ اب بھی سلطان ٹیپو کو "سلطان شہید" کے نام سے یاد کرتے ہیں اور آج بھی اس کے مزار کے سامنے جا کر اور اس کو ایک بڑا بزرگ سمجھ کر گردن جھکاتے ہیں۔

سوالات

۱۔ حیدر علی کون تھا؟

۲۔ انگریزوں سے اسے کیوں لڑنا پڑا؟

۳۔ حیدر علی میں کون کون سی خوبیاں تھیں؟

۴۔ ٹیپو سلطان کیوں ہارا؟

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سبق ۱۹- نوجوانوں کا گیت

نغمہ - ترانا - عمل - بندہ - کہسار - غربت - جبیں

ہم کام کے نغمے گاتے ہیں بےکار ترانا کیا جانیں
جو صرف عمل کے بندے ہوں، وہ بات بنانا کیا جانیں
رگ رگ میں لہو کو گرماتے، جاتے ہیں وطن کی جے گاتے
ہم عہدِ جوانی کے ماتے، بوڑھوں کا زمانا کیا جانیں
طوفان میں کشتی کھیتے ہیں، کہسار سے ٹکر لیتے ہیں
ہم جنگ میں سر دے دیتے ہیں، ہم پاؤں ہٹانا کیا جانیں
بگڑوں کو بنانے آئے ہیں، غربت کو مٹانے آئے ہیں
ہم آگ بجھانے آئے ہیں، ہم آگ لگانا کیا جانیں
بے خوف چلے سنگینوں پر اور روکی گولی سینوں پر
لکھا ہے ہماری جبینوں پر ہم سر کا جھکانا کیا جانیں

(شمیم کرہانی)

سوالات

۱. اس نظم میں نوجوانوں کی کیا خوبیاں بیان کی گئی ہیں؟

۲. اس نظم سے تمہیں کیا سبق ملتا ہے؟

۳. "ٹکر لینا" "سر دینا" "پاؤں ہٹانا" "سر جھکانا" سے تم کیا سمجھتے ہو؟

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سبق ۲۰ آزادی کی کہانی

فرمان ۔ شکست ۔ تحریک ۔ شہادت ۔ اجلاس
منظم ۔ ساحل

اکبر بادشاہ کے زمانے سے انگریز ہندستان آنا شروع ہوئے ۔ لیکن اُن کے قدم شاہجہاں کے زمانے سے جمنے لگے ۔ شاہ جہاں بادشاہ نے انھیں ہندستان میں تجارت کرنے کی باقاعدہ اجازت دے دی تھی ۔ یہ اجازت حاصل کرنے کے بعد انھوں نے اپنی تجارتی کوٹھیاں قائم کیں اور انگلستان میں "ایسٹ انڈیا کمپنی" کے نام سے ایک تجارتی کمپنی بنالی ۔ دھیرے دھیرے وہ اپنی تجارتی کوٹھیوں کی حفاظت کا بہانہ کرکے ان کوٹھیوں میں فوج بھی رکھنے لگے ۔ اِدھر مغل حکومت کمزور ہو چکی تھی ۔ اس لئے انگریز اب شاہی فرمانوں کی بھی پروا نہ کرتے تھے ۔ انگریزوں کے ارادے بھانپ کر، بنگال کے حاکم، نواب سراجُ الدّولہ نے ان سے جنگ کی لیکن پلاسی کی لڑائی میں نواب کو شکست ہوئی اور وہ مارے گئے دکن میں سُلطان ٹیپو انگریزوں سے جنگ کرتے رہے مگر سرنگاپٹم کی لڑائی میں ان کو بھی شکست ہوئی اور اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا ۔ نواب سراج الدولہ اور سُلطان ٹیپو کی ہار کی اصل وجہ یہ تھی کہ ہندوستان کے دوسرے راجاؤں اور نوابوں نے انگریزوں کے مقابلے میں ان کا ساتھ نہ دیا ۔ دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ سراج الدولہ اور ٹیپو دونوں کے وزیر انگریزوں سے خفیہ طور سے مل گئے تھے ۔

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اب انگریزوں کے حوصلے بڑھ گئے تھے اور وہ ہندستان پر حکومت کرنے کا خواب دیکھنے لگے تھے انھوں نے ہندستان کی دوسری ریاستوں کو بھی ہڑپ کرنا شروع کردیا۔ انگلستان کی تجارت کو ترقی دینے کی غرض سے ہندستان کی دست کاری بھی تباہ کی جانے لگی تاکہ انگلستان کے تاجروں کا مال ہندستان آئے اور اس کے منہ مانگے دام ملیں۔

بڑے بڑے عہدے جو ہندستانی ریاستوں میں صرف ہندستانیوں کو ملتے تھے اب ریاستوں کے مٹ جانے سے انھیں ملنا بند ہوگئے۔ انگریزوں نے اپنی فوج میں ہندستانیوں کی بھرتی بھی شروع کی مگر ہندستانی سپاہی انگریز سپاہی کے مقابلے میں گھٹیا سمجھا جاتا تھا۔ کھیتی کسانی کے بارے میں ایسے حکم جاری کئے گئے کہ ہندستانیوں کی زراعت پر بھی خراب اثر پڑا۔ جس ملک میں دودھ کی ندیاں بہتی تھیں وہاں خاک اڑنے لگی یوں سو سال تک انھیں پریشانیوں سے ہندستانیوں کو گزرنا پڑا۔ آخر بنگال میں مولوی شریعت اللہ اور ٹیٹومیاں نے کسانوں کی بربادی اور انگریزوں کی لوٹ کھسوٹ روکنے کے لئے تحریک چلائی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ رائے بریلی کے مولوی سید احمد نے بڑے پیمانے پر انگریزوں سے مقابلے کی تیاریاں کیں لیکن وہ بھی کامیاب نہ ہوئے۔ اُن کی شہادت کے بعد اُن کے بچے کچھے ساتھی سرحد اور بہار میں چین سے نہ بیٹھے پھر بھی انگریزوں کی طاقت بڑھتی ہی چلی گئی۔

اس کے بعد ۱۸۵۷ء میں آزادی کی لڑائی چھڑ گئی سب سے پہلے یہ لڑائی میرٹھ سے شروع ہوئی جہاں منگل پانڈے نے جو انگریزی فوج میں سپاہی تھے انگریزوں پر سب سے پہلے گولی چلائی۔

اُس کے بعد ہی یہ لڑائی لکھنؤ، کان پور، بریلی، جھانسی، دہلی اور بہار میں پھیل گئی۔ اس لڑائی میں ہندو مسلمان سپاہیوں اور ہندستانی عوام سبھی نے حصہ لیا۔

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ ہندستان سے انگریزوں کو نکال کر اپنے ملک میں ہندستانیوں کا راج قائم کیا جائے۔ جن بہادروں اور وطن دوستوں نے اس لڑائی کی رہنمائی کی اُن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں۔ نانا صاحب، تانتیا ٹوپے، مولانا احمد اللہ شاہ، رانی لکشمی بائی، نواب بخت خاں، رانا بینی مادھو سنگھ، کنور سنگھ، بیگم حضرت محل وغیرہ۔ ہندستانیوں نے انگریزوں کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا لیکن تال میل اور فوجی سامان کی کمی کی وجہ سے وہ انگریزوں کی تربیت یافتہ اور منظم فوج کے مقابلے میں جیت نہ سکے۔ اس لڑائی کے بعد انگریزوں نے ہندستانیوں سے چُن چُن کر بدلہ لیا۔ ان حالات سے اثر لے کر سرسید احمد خاں نے ایک رسالہ لکھا۔ جس میں انگریزوں کو ان کی زیادتیوں پر ٹوکا گیا تھا اور یہ لکھا گیا تھا کہ بغاوت انگریزوں کی ناسمجھی، ظلم اور تنگ خیالی کی وجہ سے ہوئی۔ آخر انگریزوں کو بھی اس لڑائی سے سبق لینے پر مجبور ہونا پڑا اور ان کے سمجھ دار لوگوں نے ہندستانیوں کی شکایتیں دور کرنے کی کوشش کی۔ ایک بڑے انگریز افسر ہیوم نے اس مقصد سے ۱۸۸۵ء میں انڈین نیشنل کانگریس کی بنیاد ڈالی اور اس میں پڑھے لکھے ہندو مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد حصّہ لینے لگی لیکن شروع شروع میں کانگریس صرف حکومت تک ہندستانی رعایا کی شکایات پہنچانے کا ایک ذریعہ تھی کچھ ہی عرصے کے بعد وہ زمانہ آگیا جب لوکمانیہ بال گنگا دھر تلک نے "سوراج ہمارا پیدائشی حق ہے" کا نعرہ لگایا۔ اُسی زمانے میں مولانا ابوالکلام آزاد نے کلکتہ سے ۱۹۱۲ء میں ہفتہ وار اخبار "الہلال" نکالا اور ہندستانیوں میں آزادی کا جذبہ ابھارنے کی کوشش کی۔ مولانا محمد علی اپنے بھائی شوکت علی کے ساتھ آزادی کی اس تحریک میں شریک ہوگئے اور ہندو مسلم اتحاد پر سب سے زیادہ زور دیا۔ مولانا حسرت موہانی نے کانگریس کے ایک سالانہ اجلاس میں مکمل آزادی کی تجویز پیش کی۔

مولانا محمود الحسن دیوبندی نے ۱۹۱۵ء میں ایک تحریک شروع کی جو "ریشمی رومال

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

کی تحریک" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا مقصد ایشیا کے دوسرے ملکوں کی مدد سے انگریزی حکومت کا تختہ الٹنا تھا۔ لیکن راز کھل گیا اور انگریزوں نے مولانا کو گرفتار کر کے ان میں قید کر دیا۔ ان کے کچھ ساتھی اور شاگرد، جن میں مولانا حسین احمد مدنی بھی شامل تھے، اُن کے ساتھ مالٹا ہی میں قید کر دیئے گئے۔

اسی زمانے میں مہاتما گاندھی جنوبی افریقہ سے ہندستان واپس آ گئے تھے۔ اُن کی رہنمائی میں آزادی کی لڑائی نے ایک منظم شکل اختیار کر لی۔ ہندو مسلمان گاندھی جی کی رہنمائی میں کندھے سے کندھا جوڑ کر انگریزی حکومت کے خلاف مورچہ لینے لگے تھے۔ اپریل ۱۹۱۹ء میں جلیان والا باغ، امرتسر کے ایک جلسے میں ہندستانیوں کے ایک بڑے مجمع پر انگریزی فوج نے اندھا دھند گولیاں چلا دیں۔ جس میں سیکڑوں ہندو مسلمانوں کا خون ایک ساتھ بہا۔ اس حادثے پر سارے ہندستان میں انگریزوں کے خلاف غم اور غصے کی لہر دوڑ گئی۔ انگریزوں نے جنگ عظیم میں پچھمی ایشیا کے ملکوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تھے۔ ہندستانیوں کو ان ملکوں سے بھی ہمدردی پیدا ہوئی اور خلافت کی تحریک شروع ہو گئی جس کا ساتھ کانگریس اور گاندھی جی نے بھی دیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ کانگریس نے تجویز بھی پاس کی کہ انگریزوں کا بائی کاٹ کیا جائے۔ اور اُن کی حکومت سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھا جائے۔ گاندھی جی کی رہنمائی میں کروڑوں روپے کا بدیسی سامان جلا ڈالا گیا اور ہزاروں ہندو مسلمان خوشی خوشی جیل گئے۔

جنوبی ہند میں مالابار کے ساحل پر بسنے والی ایک مسلمان برادری موپلوں نے انگریزوں کے خلاف بڑی زبردست بغاوت کر دی۔ یہ بغاوت اتنی سخت تھی کہ انگریزوں کو اسے دبانے کے لئے جنگی جہاز استعمال کرنا پڑے۔ پھر بھی یہ بغاوت چھ مہینے تک ختم نہ ہو سکی۔ انگریزوں نے موپلوں سے بڑا ظالمانہ سلوک کیا۔ کئی ہزار موپلے انگریزوں کی گولیوں اور مظالم کا شکار ہوئے۔

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

ہندو مسلمانوں کی اس ایکتا سے انگریز بہت ڈر گیا تھا۔ ملک کا کوئی ایسا کونا نہ تھا جہاں اس کے خلاف نفرت کی آگ نہ بھڑک رہی ہو۔ اس لئے اس نے اس ایکتا کو توڑنے کی تدبیریں کیں۔ جھوٹی خبریں پھیلا کر ملک میں دنگے کرائے گئے۔ لیکن ہمارے رہنما انگریزوں کی ان چالوں میں آنے والے نہ تھے۔ انھوں نے اپنی لڑائی جاری رکھی۔ ان رہنماؤں میں گاندھی جی کے علاوہ پنڈت موتی لعل نہرو، جواہر لعل نہرو، مولانا ابوالکلام آزاد، حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر انصاری، خان عبدالغفار خاں، راج گوپالاچاریہ (راجہ جی) مسز سروجنی نائیڈو سردار ولبھ بھائی پٹیل، مولانا حسین احمد مدنی، سبھاش چندر بوس، ڈاکٹر راجندر پرشاد، ڈاکٹر محمود، رفیع احمد قدوائی وغیرہ شامل تھے۔

۱۹۳۹ء میں دوسری جنگِ عظیم چھڑ گئی۔ لڑائی جاری ہی تھی کہ کانگریس نے ۱۹۴۲ء میں "ہندستان چھوڑدو" کی تجویز منظور کی۔ گاندھی جی اور کانگریس کے دوسرے لیڈر تو گرفتار کر لیے گئے لیکن سارے ملک میں ایک تحریک شروع ہوگئی جسے ۴۲ء کی تحریک کہا جاتا ہے۔ آزادی کے متوالے ہزاروں کی تعداد میں گرفتار کئے گئے اور سیکڑوں انگریزی حکومت کی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔

انگریز دوسری جنگ عظیم میں تو جیت گئے لیکن اب دنیا کے حالات کچھ ایسے ہو گئے تھے کہ بھارت کو غلام بنائے رہنا ان کے لیے ممکن نہیں رہ گیا تھا۔ اس لیے انھوں نے بھارت چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا اور ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندستان آزاد ہو گیا۔

پنڈت جواہر لعل نہرو آزاد ہندستان کے پہلے وزیر اعظم چُنے گئے۔

سوالات

۱- ۱۸۵۷ء سے پہلے آزادی کی کون کون تحریکیں چلیں؟
۲- پہلی جنگ آزادی کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟
۳- گاندھی جی کی رہنمائی میں آزادی کی تحریک نے کیا شکل اختیار کرلی۔
۴- "ہندستان چھوڑدو" تحریک کیا تھی؟

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سبق - ۲۱ لکھنؤ

نفاست - شائستگی - تعلیم گاہ - مُحافِظ خانہ - کشش - صنعت حرفت - چہل قدمی

لکھنؤ اتر پردیش کا ایک خوب صورت اور پرانا شہر ہے۔ نواب آصف الدولہ کے زمانے سے اس شہر کی اہمیت بڑھتی گئی اور آج یہ ہمارے پردیش کی راج دھانی ہے۔ لکھنؤ میں داخل ہوتے ہی ہر طرف گنبد، مینار، شان دار عمارتیں، پارک اور باغ دکھائی دیتے ہیں اسی لئے یہ باغوں کا شہر کہا جاتا ہے۔ یہ شہر گومتی ندی کے دونوں کناروں پر آباد ہے۔ گومتی کو پار کرنے کے لیے چار پُل ہیں۔ ان پلوں پر سے شہر کا نظارہ بڑا دل کش معلوم ہوتا ہے۔

ہمارے پردیش کے گورنر بڑے وزیر اور دوسرے وزیر یہیں رہتے ہیں۔ یہاں ودھان بھون (کونسل ہاؤس) کی عالی شان عمارت بھی ہے جہاں قانون بنایا جاتا ہے۔ بڑے بڑے سرکاری دفتر بھی یہیں ہیں۔

لکھنؤ میں چھ ریلوے اسٹیشن ہیں۔ جن میں چار باغ ریلوے اسٹیشن کی عمارت بہت بڑی اور شان دار ہے۔ شہر سے تقریباً دس کلو میٹر دُور اَموسی کا ہوائی اڈّا ہے۔ لکھنؤ ملک کے سبھی خاص خاص شہروں سے تار اور ٹیلی فون کے ذریعہ سے بھی ملا ہوا ہے یہاں ایک ریڈیو اسٹیشن بھی ہے۔ شہر کے کئی حصّوں میں بڑی اور چوڑی سڑکیں ہیں۔ شہر کے اندر آمد و رفت کے لئے بس، ٹیکسی، ٹمپو اور رکشے آسانی سے مل جاتے ہیں۔

اودھ کے نوابوں کے زمانے سے لکھنؤ اپنی تہذیب اور نفاست کے لئے مشہور رہا ہے۔ یہاں کے لوگوں کی بات چیت میں ایک شائستگی پائی جاتی ہے۔ اُردو لکھنؤ کی خاص زبان رہی ہے۔ اُس کی ترقی میں اس شہر کے ادیبوں اور شاعروں نے بڑا حصہ لیا ہے۔ جن لوگوں نے اس کی شاعری کو نکھارا اور سنوارا اُن میں آتش، ناسخ، انیس، دبیر، نسیم، چکبست وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ اسی طرح اُردو نثر میں انشاء اللہ خاں، رجب علی بیگ سرور، رتن ناتھ سرشار، عبدالحلیم شرر، مرزا رُسوا وغیرہ ذکر کے قابل ہیں۔ حال ہی میں سرکار نے اُردو اکاڈمی بھی لکھنؤ میں بنادی ہے جو اُردو کی ترقی کے لئے بہت کام کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ یہاں اور بھی اُردو کی انجمنیں ہیں۔

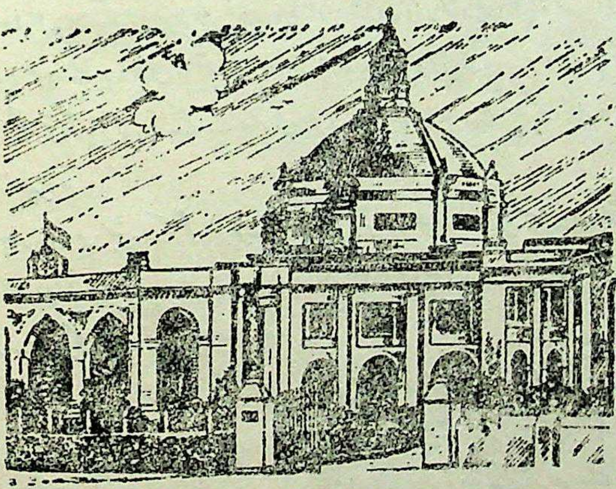

یہ شہر علم کا بڑا مرکز ہے یہاں کی یونیورسٹی میڈیکل کالج، آرٹس کالج، میوزک کالج، طبیہ کالج، آیورویدک کالج، ہومیوپیتھک کالج بہت مشہور تعلیم گاہیں ہیں۔ ان کے

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

علاوہ اسلامی تعلیم کے لئے ندوہ، سلطان المدارس، مدرسہ فرقانیہ بہت مشہور ہیں لڑکیوں کے علاحدہ تعلیم کے لئے بھی کئی کالج ہیں۔

چھتر منزل اور سکندر باغ میں دو سائنسی تحقیقی ادارے قائم ہیں۔ لکھنؤ سے اُردو، ہندی اور انگریزی میں کئی اخبار اور رسالے بھی نکلتے ہیں۔

یہاں کا چڑیا گھر بہت مشہور ہے۔ قسم قسم کے چرند پرند چڑیا گھر میں جمع کئے گئے ہیں۔ چڑیا گھر کے احاطے میں سانپ گھر، مچھلی گھر اور عجائب گھر بھی ہیں عجائب گھر میں بہت سی پرانی اور انوکھی چیزیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ پتھروں کے مجسموں کا عجائب گھر ایک الگ عمارت میں ہے۔ پرانے اور تاریخی کاغذات کا محافظ خانہ (آرکائیوز) بھی لکھنؤ میں حال میں قائم ہوا ہے۔ جنگ آزادی کے شہیدوں کی یاد میں "شہید اسمارک" گومتی کے کنارے بنایا گیا ہے۔

یہاں کی تاریخی عمارتیں سیاحوں کے لیے کشش رکھتی ہیں۔ آصف الدولہ کا امام باڑہ، حسین آباد کا امام باڑہ، شاہ نجف، رومی دروازہ، جامع مسجد، سعادت علی خاں اور ان کی بیگم کے مقبرے، ریزیڈنسی، حسین آباد کا گھنٹہ گھر، سفید بارہ دری، دل کشا باغ وغیرہ دیکھنے کے لائق ہیں۔ لکھنؤ کا محرم بہت مشہور ہے۔ آگ کا ماتم اور امام باڑوں کی روشنی دیکھنے کے لیے لوگ دُور دُور سے آتے ہیں۔ ہر نوچندی جمعرات کو شاہ مینا صاحب کے مزار پر میلہ لگتا ہے۔ دسہرہ بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ گرونانک کی پیدائش کے موقع پر سکھ بڑا شاندار جلوس نکالتے ہیں۔

یہ شہر صنعت و حرفت اور تجارت کے لیے بھی کافی مشہور ہے۔ یہاں کاغذ، اسکوٹر، بائیسکل، تباکو اور عطر وغیرہ کے کارخانے ہیں۔ یہاں سونا، چاندی، گوٹا، کناری، چکن اور زردوزی کا کام بہت اچھا ہوتا ہے۔ مٹی کے کھلونے اور ریوڑیاں بہت مشہور ہیں لکھنؤ کی ہین گگڑیاں، آم اور خربوزے دُور دُور تک بھیجے جاتے ہیں۔

لکھنؤ کے بازاروں میں چوک اور امین آباد بہت بڑے بازار ہیں۔ حضرت گنج کے

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

بازار میں سب سے زیادہ رونق رہتی ہے۔ سڑک کے دونوں طرف اونچی اونچی عمارتیں دور تک چلی گئی ہیں۔ چہل قدمی کرنے والوں کی ایسی بھیڑ رہتی ہے جیسے کوئی میلہ لگا ہو۔ شام کے وقت سارا بازار رنگ رنگ کی روشنی کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔

سوالات

۱۔ لکھنؤ علم کا بڑا مرکز کیوں کہلاتا ہے؟

۲۔ لکھنؤ کی کچھ تاریخی عمارتوں کے نام بتاؤ۔

۳۔ عجائب گھر کسے کہتے ہیں؟

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سبق ۲۲۔ بہار کی صبح

عالم نور۔ کافور۔ شاداب۔ اشجار۔ برگ۔ عنّابی۔ طوسی۔ شفق
سُو۔ خوش رنگ۔ حُسن فطرت۔ سُرور

تڑکے کا سماں وہ عالم نور
بکھرا ہوا دور تک وہ کافور

موتی بکھرے ہوئے پڑے ہیں
ہیرے اُبھرے ہوئے جڑے ہیں

شاداب ہیں، کیا پہاڑ کیا بن
پھولوں سے بھرے ہوئے ہیں دامن

سایہ ہیں، ہوا کا ہے یہ پیغام
پھیلائیے پاؤں کیجیے آرام

اشجار ہیں کونپلیں نئی ہیں
دھانی، عنّابی، کتھئی ہیں

بکھرے ہوئے ہیں ہرے ہرے برگ
چکنے چکنے، نئے نئے برگ

ننھی کلیاں غضب کی سجیلی
طوسی، نارنجی، نیلی، پیلی

پھولے ہوئے ہیں ہزارہا پھول
خوش بُو، خوش رنگ، خوش نما پھول

پھولی ہے شفق کھلا ہے ٹیسو
کیا آگ سی لگ رہی ہے ہر سُو

بھونرا اتراتا پھر رہا ہے
رہ رہ کے گلوں پہ گر رہا ہے

خوش رنگ تتلیاں ہزاروں
پھولوں کی سی پتیاں ہزاروں

حُسن فطرت، سُرور بن کر
چھایا ہے دماغ و دل پر

(شیام موہن لال جگر بریلوی)

سوالات

۱۔ اس نظم کے دوسرے شعر میں "موتی" اور "ہیرے" سے کیا مُراد ہے؟
۲۔ "کیا آگ سی لگ رہی ہے ہر سُو" سے تم کیا سمجھتے ہو؟

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سبق ۲۳ - پہاڑی چشمہ

چشمہ - شفّاف - صِدق - صَفا - سیراب - مایوس - آس

یہ چھوٹا سا چشمہ، یہ شفّاف پانی — سُناتا ہے صِدق و صَفا کی کہانی
چٹانوں پہ دن رات چلتا رہا ہے — اُچھلتا رہا ہے، مچلتا رہا ہے
ہمالہ نے گودوں کھلایا ہے اس کو — سنوارا ہے اس کو، بنایا ہے اس کو
درختوں کو شاداب کرتا رہا ہے — یہ کھیتوں کو سیراب کرتا رہا ہے
بجھائی ہے کتنوں ہی کی پیاس اس نے — بندھائی ہے مایوس کی آس اس نے
یہ جنگل کے آنچل بھگوتا رہا ہے — قدم پاک رشیوں کے دھوتا رہا ہے
یہ ہر حال میں گنگناتا رہا ہے — یہ پتّھر کو ذرّہ بناتا رہا ہے
کبھی اس میں گنگا کا درشن ملا ہے — کبھی اس میں جمنا کا دامن ملا ہے

شب و روز یوں ہی یہ بہتا رہے گا
کسی دن ندی اور ساگر بنے گا

(علی جواد زیدی)

ہدایت

اس نظم کو زبانی یاد کرو، اور درجے کے لڑکوں کے سامنے پڑھو

N
हिदायत — इस नज़्म को ज़बानी याद कर लो, और द
के लड़कों के सामने पढ़ो /

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

سبق - ۲۴ اُتّر پردیش

وسیع - واقع - وغیرہ - مقامات - معادن - مختلف - خلیج - دارالعلوم

مدرسہ - مقبرہ - مغرب - شمال - سرد - بحر - صنعت - جنوب

ہمارا ملک ہندوستان بہت وسیع ہے اس میں کئی پردیش ہیں جس پردیش میں تم رہتے ہو اُس کو "اُتّر پردیش" کہتے ہیں یہ پردیش ہمارے ملک کے اُتری حصہ میں واقع ہے۔ اس لیے اس کا نام اُتّر پردیش رکھا گیا ہے۔

اُتّر پردیش کو نقشے میں دیکھو۔ اس کے اُتّر میں ہمالہ پہاڑ اور نیپال، پورب میں بہار، پچھم میں راجستھان ہریانہ اور پنجاب دکھن میں مدھیہ پردیش ہیں۔

ہمارے پردیش کا اتری حصہ پہاڑی ہے۔ اس میں ہمالیہ پھیلا ہوا ہے۔ یہ حصہ سب سے اونچا ہے۔ اس میں گنگوتری، کیدارناتھ، بدری ناتھ، نندادیوی وغیرہ کی چوٹیاں ہیں جو ... میٹر تک بلند ہیں۔

ہمالیہ کے نیچے والے حصے میں نینی تال، الموڑہ، رانی کھیت، گوسائی، مسوری، چکراتا، پوڑی، لینس ڈاون وغیرہ خوب صورت پہاڑی مقامات ہیں۔ گرمیوں میں یہاں بڑی چہل پہل رہتی ہے۔ کیونکہ اس زمانے میں پردیش کے گرم حصوں کے اور دوسرے ملکوں کے سیاح یہاں بڑی تعداد میں آتے ہیں۔

اس پہاڑی حصے کے نیچے ایک ہرا بھرا خوب صورت میدان ہے۔ گنگا نے جمنا،

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

گومتی، گھاگھرا، رام گنگا وغیرہ معاون دریاؤں کی مدد سے ہمالیہ کی مٹی کو اپنے امرت جل میں ڈبو ڈبو کر لگاتار محنت سے ہمارے پردیش کے اس میدان کو بنایا ہے۔ اس لیے ہم اسے "گنگا کا میدان" کہتے ہیں۔

پردیش کے اس حصے میں ہرے بھرے میدان بڑے دلکش ہیں۔ رام چندر جی اور شری کرشن کی جنم بھومی اجودھیا اور متھرا یہیں واقع ہیں۔ شنکر کی نگری کاشی اور تیرتھ راج پریاگ بھی یہیں ہیں۔ یہاں کی زمین بڑی زرخیز ہے۔ یہاں گنگا، جمنا اور شاردا سے بڑی بڑی نہریں نکالی گئی ہیں۔ ان کا جال پردیش کے بہت بڑے حصے میں پھیلا ہوا ہے یہاں بارش بھی خوب ہوتی ہے۔ یہاں کی آبادی کا بڑا حصہ کھیتی باڑی کرتا ہے۔

پردیش کے دکھنی حصے میں پٹھار ہیں پٹھار میدان کی سطح سے اونچا لیکن پہاڑی حصے سے نیچا ہوتا ہے اور اس کی زمین پتھریلی ہوتی ہے۔ ان پٹھاروں سے بہتی ہوتی چمبل، بیتوا، ٹونس اور سون ندیاں ہمارے پردیش میں آتی ہیں۔ آلہا اودل کا وطن مہوبہ اسی حصے میں ہے۔ گوسوامی تلسی داس کی تپسیا کی جگہ چترکوٹ بھی اسی حصہ میں ہے۔ مہارانی لکشمی بائی کی بہادری کے جوہر دکھانے کی جگہ جھانسی بھی اسی حصے میں واقع ہے۔

کسی جگہ کی قدرتی بناوٹ کا وہاں کی آب و ہوا پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ ہمارے پردیش کا اتری حصہ پہاڑی اور دکھنی حصہ پٹھاری ہے اور بیچ میں گنگا کا میدان ہے۔ ہر حصے کی بناوٹ مختلف ہونے کی وجہ سے آب و ہوا بھی مختلف ہے ہمارے پردیش کے اتری پہاڑی حصے میں سردی زیادہ پڑتی ہے۔ یہ حصہ گرمیوں میں بھی ٹھنڈا رہتا ہے۔ برسات کے موسم میں یہاں پانی خوب برستا ہے۔ اس لیے یہاں کی آب و ہوا ٹھنڈی اور نم ہے۔ گنگا کے میدان میں مارچ کے مہینہ سے گرمی پڑنا شروع ہوتی ہے۔ مئی اور جون کے مہینے میں جسم کو جھلسا دینے والی بڑی گرم ہوا چلتی ہے جس کو لو کہتے ہیں۔ یہ ہوا

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

راجپوتانہ کے ریگستان کی طرف سے آتی ہے۔ جون میں جب زیادہ گرمی پڑتی ہے تو خلیج بنگال سے ہوائیں آنے لگتی ہیں۔ جنھیں "مان سون" کہتے ہیں۔ چونکہ وہ سمندر کے اوپر سے ہو کر آتی ہیں۔ اس لئے بھاپ سے بھری ہوتی ہیں۔ ان سے بارش ہوتی ہے۔

پورب اور اُتر کے حصّوں میں زیادہ پانی برستا ہے۔ جنوبی اور مغربی حصّوں میں بارش کی کمی رہتی ہے۔ اکتوبر میں بارش ختم ہو جاتی ہے۔ اور جاڑا پڑنے لگتا ہے۔ جو فروری تک رہتا ہے۔ گنگا کے میدان کے مغربی ضلعوں کی آب و ہوا گرمیوں میں زیادہ گرم جاڑوں میں کچھ سرد اور برسات میں گرم اور تر رہتی ہے۔ پوربی ضلعوں کی آب و ہوا گرمیوں میں تر اور جاڑوں میں کچھ سرد رہتی ہے۔ پردیش کے جنوبی پٹھاری حصے میں گرمیوں میں سخت گرمی پڑتی ہے برسات میں بحر عرب سے آئی ہوئی مان سون ہواؤں سے کچھ بارش ہوتی ہے۔ جاڑوں میں دن میں گرمی اور رات میں سردی زیادہ پڑتی ہے۔

جس جگہ جیسی زمین اور آب و ہوا ہوتی ہے اُسی کے مطابق وہاں کی پیداوار ہوتی ہے اُتر پردیش کے اُتری پہاڑی حصّہ میں جہاں نرم مٹی بہ گئی ہے کھیتی نہیں ہوتی اس لیے وہاں جنگل ہیں۔ جہاں کے جنگل صاف کر لیے گئے ہیں اور ڈھالو پہاڑیاں ہیں اور بارش خوب ہوتی ہے۔ وہاں چائے کی کاشت ہوتی ہے گنگا کے میدان میں جہاں بھوڑ مٹی ہے، جس میں ریت زیادہ ہوتی ہے۔ وہاں جوار باجرا، اور اُڑد کی کھیتی ہوتی ہے ایسی جگہوں میں جہاں ریت اور چکنی مٹی برابر ہے اور ڈومٹ زمین ہے وہاں گیہوں اور گنا زیادہ بویا جاتا ہے۔ جہاں مٹیار زمین ہے، جس میں چکنی مٹی زیادہ ہے، وہاں چاول اور کپاس بوئی جاتی ہے۔ جہاں کھادر زمین ہے، جس میں ریت زیادہ ہے وہاں پر چراگاہیں ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

دکھنی پٹھاری حصّہ میں ایک قسم کی کالی مٹّی ملتی ہے جو پانی خوب جذب کر لیتی ہے۔ اور جس میں نمی زیادہ دن تک بنی رہتی ہے۔ اس میں کپاس بوئی جاتی ہے۔

ہمارے پردیش میں دو خاص فصلیں ہوتی ہیں۔ خریف اور ربیع۔ خریف کی فصل میں دھان، جوار، باجرا، اُرد، مونگ، ارہر، مکّا اور تِل وغیرہ ہوتے ہیں۔ ربیع کی فصل میں گیہوں، جو، چنا، مٹر اور سرسوں کی پیداوار ہوتی ہے۔ گنّے کی فصل جاڑوں میں تیار ہو جاتی ہے۔ ارہر کی فصل ربیع کے ساتھ ہی تیار ہوتی ہے۔ اس لیے چیت میں کاٹی جاتی ہے۔ گرمی کے موسم میں جہاں سینچائی کا انتظام ہوتا ہے، لوگ خربوزے، تربوز اور ککڑیاں بویا کرتے ہیں۔

ہمارا پردیش چھوٹی صنعتوں کے لیے بہت مشہور ہے۔ لکڑی کے کام اور سُرمے کے لئے بریلی، تالے اور چاقو کے لئے علی گڈھ، ہاتھرس اور رام پور تانبے کے برتنوں پر نقاشی اور قلعی کے لئے مراد آباد، چکن، زردوزی، تمباکو کے لئے لکھنؤ، عطر اور تیل کے لئے قنوّج، لکھنؤ اور جون پور کپڑے کی چھپائی کے لئے فرخ آباد وغیرہ، دری اور قالین کے لیے مرزاپور اور بھدوئی، ہاتھرس سے بُنے ہوئے سوتی اور ریشمی کپڑے کے لئے وارانسی، اعظم گڈھ، شیشے کے کام کے لئے فیروز آباد، اسٹیل کے صندوق کے لئے الٰہ آباد کو اہمیت حاصل ہے۔

اس کے علاوہ پردیش کے مختلف مقامات پر سوتی اور اونی کپڑے، شکر، چمڑے، دیاسلائی، سائیکل، اسکوٹر، ٹیلی فون، انگریزی دواؤں چھوٹے پرزوں وغیرہ کے بڑے بڑے کارخانے ہیں۔

پردیش کے تمام شہر اور مشہور مقامات سڑکوں اور ریلوں کے ذریعہ ایک دوسرے سے بہت قریب ہو گئے ہیں۔ یہاں مشہور تیرتھ استھان بھی ہیں مثلاً کدارناتھ، بدری ناتھ، رشی کیش، ہردوار، پریاگ، متھرا، ورندرابن بہت سے مشہور صوفیوں اور بزرگوں کے مزار بھی اس پردیش میں ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

اتر پردیش علم و ادب کے مرکز کی حیثیت سے ہمیشہ مشہور رہا ہے۔ الٰہ آباد یونی ورسٹی، ملک کی چند پرانی یونی ورسٹیوں میں سے ایک ہے۔ اس کے علاوہ لکھنؤ، وارانسی، علیگڈھ، آگرہ، رڑکی، گورکھپور، کان پور، میرٹھ، فیض آباد، پنت نگر میں یونی ورسٹیاں ہیں جن میں دُور، دُور سے طالب علم تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں۔ اسلامی تعلیم کے مشہور ادارے دارالعُلوم دیوبند، دارالعُلوم ندوہ، سُلطانُ المدارس، مدرسۃُ الواعظین ہیں وارانسی اور دوسرے مقامات پر سنسکرت کی تعلیم کے لئے ادارے قائم ہیں۔

اتر پردیش اپنی تاریخی یادگاروں کے لیے بھی بہت اہم سمجھا جاتا ہے۔ آگرہ کا تاج محل دیکھنے کے لیے ساری دنیا سے لوگ آتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں بہت سے پرانے مندر، استوپ، مسجدیں، امام باڑے، قلعے، مقبرے اور شان دار عمارتیں ہیں جو انسان کے دل کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔

ایسے دولت سے بھرپور اور خوب صورت پردیش کا باشندہ ہونا ہمارے لئے فخر کی بات ہے۔ کیا ہمارا یہ فرض نہیں ہے کہ ہم اپنے پردیش کی شان بڑھانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں؟

سوالات

۱۔ اُترپردیش کے قدرتی حصّوں کے نام بتاؤ۔

۲۔ اُترپردیش کی گھریلو دست کاریوں کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟

۳۔ اُترپردیش کے تعلیمی مرکزوں کے نام بتاؤ۔

۴۔ اُترپردیش کے خاص شہر کون کون سے ہیں؟

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

قومی ترانہ

جن گن من ادھنا یک جے ہے
بھارت بھاگیہ ودھاتا
پنجاب، سندھ، گجرات، مراٹھا
دراوڑ، اتکل، بنگ
وندھ، ہماچل، یمنا، گنگا
اُچھل جلدھ ترنگ
تو شبھ نامے جاگے
تو شبھ آشش مانگے
گاہے تو جے گاتھا
جن گن منگل دایک جے ہے
بھارت بھاگیہ ودھاتا
جے ہے، جے ہے، جے ہے
جے جے جے جے ہے

ہدایت:- ۱۔ یہ ہمارا قومی ترانہ ہے اور یہ جہاں گایا جائے اس کی عزت کرنے کیلئے کھڑے ہو جاؤ
۲۔ اس کو زبانی یاد کرو

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri

CC-0. In Public Domain. Digitization by eGangotri